

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہا شاگرد تھے
اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صحبت میں شامل ہو کر

مقامِ نبوت پر پہنچے

پیش قدمی العلوم
پیش قدمی تعلیم و تربیت

﴿ فہرست ﴾

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	﴿ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﴾	
۱	آپ کا حسب نسب	۷
۲	والد و کا نام	۷
۳	آپ کی کنیت	۸
۴	حضور اکرم ﷺ کا نسب سے پہلا دیار	۸
۵	آپ کا علیہ	۹
۶	قبیلہ	۱۰
۷	واقعہ قبول اسلام	۱۰
۸	آپ کا شمار سابقین اولین میں	۱۲
۹	ہجرت حبشہ	۱۵
	﴿ حبشہ کی طرف دو ہجرتیں ہوئیں ﴾	
۱۰	پہلی ہجرت	۱۶
۱۱	دوسری ہجرت	۱۸
۱۲	تیسری ہجرت	۲۲
۱۳	مواخات	۲۳
۱۴	آپ کے لیے مکان کا علیہ	۲۳
۱۵	ایک واقعہ	۲۵
۱۶	آپ کا لباس	۲۵

۲۶	خوشبو کا شوق	۱۷
۲۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اہتمام	۱۸
۲۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمات	۱۹
۲۹	غزوات میں شرکت	۲۰
۳۲	عہدہ قضا	۲۱
۳۹	معزولی	۲۲
۳۹	حضرت ابوذر غفاریؓ کی تدفین میں شرکت	۲۳
۲۲	علامت پھر وفات	۲۴
۳۲	وفات	۲۵
۴۵	اولاد	۲۶
۴۵	رولیت حدیث	۲۷
	﴿ مناقب ﴾	
۴۶	زہد و تقویٰ	۲۸
۴۷	رولیت حدیث میں صد درجہ احتیاط	۲۹
۴۸	اندر از تقریر	۳۰
۵۲	قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۳۱
۵۹	مسئلہ	۳۲
۶۳	اتباع جنت کا حال	۳۳
۶۳	آخری جنتی	۳۴
۷۱	خالگی زندگی	۳۵
۷۳	علمی لطیفہ	۳۶
۷۵	درس و تدریس	۳۷

﴿عرض ناشر﴾

الحمد لله وكفى وصلاة وسلام على من لا نبي بعده

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمۃ اللعالمین رحمۃ اللہ علیہ کے ان جلیل القدر صحابہؓ میں سے ایک تھے۔ جنہیں براہ راست رسول اللہ ﷺ سے بہت کچھ حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی تربیت کے سرائے میں اپنی ظاہری و باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل کی ہر یک بنی اور نہ ہیچ مسائل میں اعلیٰ درجہ کی بصیرت آپؐ کا وصف خاص تھا۔

دراصل اصحاب رسول ﷺ میں کچھ لوگ تو حدیث کے حفظ اور اس کی کتابت میں مصروف کار تھے، اور کچھ اصحاب فہم و شریعہ سے احکام و مسائل کے استنباط و استدلال میں مشغول تھے، ان کا روزِ مہنا پھونکا ہی قرآن و احادیث کو سمجھ کر ان سے فقہی مسائل کا اخذ کرنا تھا۔ ان حضرات میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا نام سرِ فہرست ہے۔ آپؓ کی گراں قدر فقہی خدمات کی ہی بنا پر فقہاء اور اہل فن کی نظر میں آپؓ افتد اصحاب کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔

میرے برادر عزیز محترم جناب مولانا عمر ان اشرف عثمانی مدظلہ جو شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور ماشاء اللہ اقتصادیات اور اسلامی بینکنگ پر بصیرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے حالات، میراث اور واقعات کو بڑے آسان اور سلیقہ آموز انداز میں جمع کیا ہے۔ ان کی یہ تالیف مضامین کی شکل میں ماہنامہ البلاغ میں قطعہ وار شائع ہو کر مقبول عام ہوئی رہی ہے۔

احقر کی خواہش پر صرف اعلیٰ کو اس کی خواہش کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ہم مولانا موصوف کے ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں اس کی نہ صرف اجازت عطا فرمائی بلکہ کئی چیزوں کی طرف رہنمائی بھی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کے اس علمی کام کو اپنی ہار گاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ اور اس کے مؤلف، ناشر اور جملہ کارکنان کو صدقہ جاریہ میں شریک فرمائے۔ آمین۔

احقر محمد ظلم اشرف

خادم الطلحہ جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۲۰۰۳ء - ۰۱ - ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿حضرت عبداللہ ابن مسعود﴾

آپ کا نام و نسب

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور والد کا نام مسعود ہے، اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابن مسعود بن قاض بن حبیب بن شیح ابن عمرو بن صلابہ بن کامل بن حارث بن قسیم بن سعد ابن جہیل ابن وکرہ بن ابیاس بن مضر بن نزار بن عدنان "آپ کی کنیت "ابو عبدالرحمن امیہ" ہے۔ اور آپ مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔" آپ کے والد کا انتقال زمانہ جاہلیت میں ہی ہو گیا تھا۔ البتہ والدہ صاحبہ اسلام لائیں۔

والدہ کا نام

ام عبد ہے اور والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے۔ عبداللہ ابن ام عبد حبہ وڈ بن سواد بن قریم بن صلابہ بن کامل بن حارث بن قسیم بن سعد بن جہیل۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی مائی کا نام ہند حبہ عبد بن الحارث بن وجرہ بن کلاب اور ان کا تعلق قبیلہ دغلی زہرہ سے ہے۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۳ ص ۱۵۰ (تایید میں ابن ابی شیبہ) ۲۔ سلوک ویرت ۳۔ سیر اعلام النبلا ج ۱ ص ۲۶۱ (۳۶۱ سلوک ویرت)۔ ۴۔ صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۳۔ ۵۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۰۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ حلقہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری کنیت ابو عبدالرحمن میرے بچہ پیدا ہونے سے پہلے رکھ دی تھی۔ سچنا سچ جب آپ کا لڑکا ہوا تو اس کا نام عبدالرحمن رکھا گیا۔ اور اسی طرح آپ کی کنیت والدہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن ام عبد بھی ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ ۲۱

حضور اکرم ﷺ کا سب سے پہلا دیدار

حضرت عبداللہ ابن مسعود خود بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں (یا اپنی قوم کے چند لوگوں) کے ساتھ خوشبو کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں مکہ آیا۔ حضرت عباسؓ جو خوشبو اور عطریات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچا وہ اس وقت حرم کے کنویں کے پاس تھے خریداری کی گفتگو کے لیے ہم بھی وہیں بیٹھ گئے، اسے میں دیکھا کہ ایک صاحب باپ اصفاء سے داخل ہوئے، لہایت گورا رنگ جو سرخی لیے ہوئے تھا۔ سامنے کے دانت بڑے چمکیلے، سینہ سے ناف تک ہار ایک بالوں کی دھاری، ہتھیلیاں گوشت سے بھری بھری۔ داڑھی گھنی، سفید لباس میں ملبوس اور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکدار، دائی جانب ایک خوبصورت کم عمر لڑکا تھا۔ اور پیچھے ایک خاتون جو اپنے آپ کو ڈھانکے ہوئے تھیں، تینوں قبر اسود کے پاس آئے اور انہوں نے بالترتیب اس کو بوسہ دیا پھر سات مرتبہ بیت اللہ کے گرد چکر لگائے، اس

کے بعد رکن یمانی کے سامنے آ کر ہاتھ اٹھائے، تکبیر کہی، قیام کیا رکوع کیا، ہم نے مکہ میں یہ نئی بات دیکھی جو بڑی عجیب معلوم ہوئی، ہم حضرت عباسؓ کی طرف حوہ ہوئے اور کہا ابو الفضل! یہ دین ہمارے لیے نیا ہے۔ جس کو ہم نہیں جانتے۔ عباسؓ بولے۔ "ہاں آپ لوگ اس کو نہیں جانتے ہوں گے، یہ میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہؓ ہیں اور ان کے ساتھ جوڑ کے ہیں وہ علیؓ ابن ابی طالبؓ ہیں اور عورت خدیجہؓ حبیب خویلدہ ہیں۔ جو محمدؐ بن عبداللہؓ کی اہلیہ ہیں۔"

آپ کا حلیہ

آپ کا جسم بہت ہلکا پھلکا تھا اور آپ نحیف الجشہ تھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں عبد اللہ ابن مسعودؓ نحیف الجسم اور چھوٹے قد کے مالک تھے رنگ گندمی مائل تھا اور خطاب نہیں لگاتے تھے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ ڈبلے اور بہت ذکی تھے۔ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ گندمی رنگ کے تھے۔ بد معلوم ہوتے تھے۔ بہت ہلکا جسم تھا۔

ابن یزید کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کے بال کانوں کے اوپر آتے تھے اور ایسے چپکے ہوتے گویا ان کو شہد سے بٹایا گیا ہو اور پیچھے کی طرف سے حضرت ابن مسعودؓ کے بال گردن تک پہنچتے تھے اور جب آپ نماز پڑھتے تو اپنے بالوں کو کانوں کے پیچھے کر لیا کرتے تھے۔

قبیلہ

عرب میں عزت کا بڑا رعبہ شعر و شاعری تھا۔ قبیلہ کا لیڈر وہی ہوا کرتا تھا جو اچھے شعر کہتا ہو آپ کا تعلق قبیلہ ہذیل سے ہے اس قبیلہ میں بہت سے شاعر گذرے ہیں۔ آپ کے قبیلے کے شعراء کے اشعار کو مختلف کتب میں جمع کیا گیا ہے ان کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ ان کو درمادر سا پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام اسمعیلی نے امام شافعی سے اشعار الہد لیکن کا درس لیا اس کے علاوہ عرب کا مشہور قبیلہ بنو لویان بھی قبیلہ ہذیل ہی کی شاخ تھا ان وجود سے اس قبیلہ کا معزز قبائل میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی قبیلہ ہذیل سے ہے جب کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی مائی کا نام ہند بنت عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب ہے اور ان کا تعلق بنی زہرہ کے قبیلے سے ہے۔ حضرت عبداللہؓ کے والد مسعود بعد میں قبیلہ بنو زہرہ کے عبد بن حارث بن زہرہ کے حلیف بنے اس لیے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے قبیلہ (ہذیل) کا بنی زہرہ کے حلقاء میں شمار ہوتا ہے۔" ۱

واقعہ قبول اسلام

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنے قبول اسلام کا دلچسپ واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی جوانی کی عمر کا لڑکا تھا اور عقبہ ابن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، (عربوں کی یہ تہذیب بہت قدیم تھی اور برسوں سے چلی آ رہی تھی کہ بچے خواہ اوچے طبقہ کا ہو یا نیچے طبقے کا، اس سے عموماً بکریاں ضرور چرواتے تھے۔ کیونکہ اس سے ممبرہ

مشقت پہنے کی عادت اور جفاکشی پیدا ہوتی ہے۔ تقریباً تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی بچپن میں بکریاں چرائیں، انہی وجہ سے حضرت ابن مسعود بھی بکریاں چراتے تھے۔ (اک ایک دفعہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ تھے اور آپ دونوں مشرکین سے بھاگ کر آئے تھے۔ آپ حضرات نے مجھ سے فرمایا "لڑکے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہوگا؟ جو ہمیں سیراب کر سکے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ بھیڑی میرے پاس امانت ہیں۔ اس لیے میں آپ دونوں کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جسے نہ سے دھست نہ پڑا ہو؟" جی ہاں ہے۔" چنانچہ ایک ایسی بکری میں آپ دونوں کے پاس لے آیا، حضور ﷺ نے اسے ہاندھا اور تھن پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو تھن دودھ سے بھر گئے اور حضرت ابو بکرؓ ایک ایسا پتھر لے کر آئے جس کے بیچ میں گڑھا تھا انہوں نے اس میں دودھ دھوا۔ یہ دودھ اب انکے گود میں نہ گیا۔ پھر حضور ﷺ نے تھنوں کو حکم دیا "سکڑ جا! تو دھسکو مجھے۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بعد میں میں حضور اکرم ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ مجھے اس دعا کی تعلیم دیجئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"إِنَّكَ خَلَامٌ مُعْلَمٌ" یعنی "تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔"

عبداللہ ابن مسعود کے دل پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس قول کے سبب میں نے آپ کی زبان سے ستر سو تین خطہ کر لی تھیں۔

آپ کا شمار سابقین اولین میں

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا شمار ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے جو السابقون الاولون کہلاتے ہیں یعنی جو بالکل شروع میں اسلام لائے آئے تھے چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس وقت اسلام لائے جب صرف پانچ افراد مسلمان ہوئے تھے اور جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اسلام لائے تو ان کو ملا کر اسلام لانے والے چھ ہو گئے تھے اس لیے خود حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے چھٹا مسلمان دیکھا ہے۔ جبکہ ہمارے علاوہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تھا۔

وہ صحابہ جو السابقون الاولون کہلاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس سے ان حضرات کی عظمت صاف ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لیے اس آیت میں جنت کی بشارت بھی ہے۔

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ بِخَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ الْقَوْمُ الْعَظِيمُ﴾

”اور وہ پہلے ہجرت کرنے والے اور انصار (ایمان لانے والے سب امت) (سابق اور مقدم ہیں اور) (بقیہ امت) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے والے) ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے

راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے ہارے تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نمبریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ پیشہ ہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“
(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰، پارہ نمبر ۱۱، حصہ ۱۲، مطالعہ القرآن جلد چہارم)

اسی طرح ایک روایت میں نیز یمنی روایات فرماتے ہیں کہ ”حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ کے دربار المارقم میں داخلے سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے۔“

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلیٰ قرآن شریف کی تلاوت کی اور بلند آواز لوگوں کے سامنے قرآن پڑھا اور نہ اس وقت تک صحابہ و کرام نہ چھپ چھپ کر اور نہ ہستہ قرآن شریف پڑھتے تھے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ اب تک قرآن کو قریش نے بالکل نہیں سنا اور کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو اس پر خطر فوری کو پورا کرے اور قریش کے سامنے بلند آواز سے قرآن پڑھے اور وہ سنیں، تاکہ اس سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہو سکے۔

عبداللہ المارقم: یہ حضرت لقم بن علیؓ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا یہ وہ مکان تھا جس میں ان صحابہؓ میں سے ان کا مکان تھا جہاں قریش کے لوگ واقعہ تھا۔ جب مسلمانوں کو قریش نے قتل و جلاوت و غیرہ کی آزادی نہ تھی اور کفار مکہ حرم شریف میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے مسلمانوں نے حضرت لقمؓ کے گھر میں جمع ہو کر نماز پڑھنا شروع کیا تھا لیکن جب حضرت عمرؓ مصلیٰ اسلام آئے تو مسلمانوں کو مکمل آزادی ہو گئی۔ پھر صحابہ جہاں نماز پڑھتے تھے۔

اس پر فوراً عبداللہ ابن مسعود کھڑے ہوئے اور کہا کہ "خدا کی قسم اب تک قریش نے قرآن نہیں سنا اور میں جا کر ان کو قرآن سناؤں گا۔ صحابہ و کرام نے جب یہ سنا تو کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہیں کفار کچھ کر نہ دیں ہم چاہتے ہیں کہ ایسا آدمی ان کو جا کر قرآن سنائے جس کا قبیلہ اور خاندان بڑا ہوا اور اس کا قبیلہ اس کی حمایت کرے تاکہ وہ ان مشرکین کے دسبہ ستم سے محفوظ رہیں اور کفار اس کو مار نہ سکیں۔

لیکن عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ "ہمیں، میں ضرور جاؤں گا اور ان کے سامنے زور سے قرآن پڑھوں گا تاکہ وہ سنیں۔ چنانچہ اگلے دن چاشت کے وقت جب کفار ایک جگہ جمع تھے آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں زور سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد الرَّحْمٰنِ عَلَّمَ الْقُرْآن سے پڑھنا شروع کر دیا۔ کفار نے آپ کو مڑ کر دیکھا اور آپس میں کہنے لگے کہ آج یہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ اور سب مننے لگے، ایک آدمی بولا کہ یہ تو اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔ جس کو محمدؐ لے کر آئے تھے۔ کفار کا یہ سننا تھا کہ فوراً حضرت عبداللہؓ پر ٹوٹ پڑے اور بار بار شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ چہرہ و دم کرا آیا۔

لیکن کفار کی اس اہمیت رسانی سے آپ کے اندر اور جوش و جذبہ پیدا ہوا اور آپ ان کے مارنے کے باوجود مسلسل قرآن پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو بھٹنا پڑنا تھا پڑھ کر وہ آپس صحابہ کرام کے پاس آئے۔ صحابہؓ نے آپ کے چہرہ پر ضربات کے آثار دیکھے تو کہا کہ "اسی لئے ہم ڈرتے تھے کہ کہیں تمہیں مارنے نہ لگ جائیں۔" آپ نے کہا کہ اب تو اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں کے سامنے میرے لیے قرآن پڑھنا اور آسان ہو گیا ہے اور اگر تم چاہو تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جا کر قرآن

کریم کی تلاوت کروں۔ لوگوں نے کہا: ”بس اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ نا پسند کرتے تھے۔ اس کو تم نے بلند آواز کے ساتھ ان کے کانوں تک پہنچا دیا۔“

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نئی کو سات خاص درختاں اور (درہاء عطاء کیے جاتے ہیں۔ مگر مجھے چودہ دیئے گئے اور وہ یہ ہیں۔ ”عزہ، البکک، مرہ، حنن، علی، جعفر، حسن، حسین، عبداللہ بن مسعود، ایمن، مقداد، حذیفہ، عمار اور سلمان فارسیؓ (رضی اللہ عنہما)

بہر تہ جہش

مشرکین کے ظلم و استبداد کی جب کوئی حد نہ رہی اور مشرکین نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو وہ مختلف طور پر مسلمانوں کو ایذا پہنچانے پر قیام رکھے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تاکہ جو مسلمان ملے ملے اسلام لائے ہیں اسلام سے ہٹ جائیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

﴿فَمَنْ خَوَّاهُ فَانْزِلْهُ فَإِنَّ اللَّهَ سَبَّحٌ عَلَيْكُمْ﴾

”تم زمین پر پھیل جاؤ“

(یعنی چلے جاؤ) معترض اب اللہ تمہیں جمع کرے گا..... صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا کہ ”ہم کہاں جائیں؟“ تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا ”وہاں“ اور اشارہ حبشہ کی زمین کی طرف تھا۔

حبشہ کے فرمانروا کو تباہی کہتے تھے اور اس کے عدلی و انصاف کی شہرت تھی

۱۔ اسد اللات: ۱۱ نمبر ۱۱ ص ۱۱۱۔ ۲۔ سیرت امام احمد: ۱۱ نمبر ۱۱ ص ۱۱۱۔ ۳۔ تہذیب الترقی فی اہل القبۃ ص ۱۱۱۔ ۴۔ فیہ کثیر انوار، دہلی ص ۱۱۱۔ ۵۔ ص ۱۱۱ نمبر ۱۱ ص ۱۱۱۔

معاہدہ کراٹھ جانشان اسلام تھے وہ ہر طرح سے تکلیف چھیل سکتے تھے اور پھر بھی ان کا پیمانہ صبر لبریز نہ ہوتا لیکن مکہ مکرمہ میں رہ کر فرائض اسلام کا آزادی سے اہمال ناممکن نہ تھا اسی سبب سے حضورؐ نے ہجرت حبشہ کا حکم فرمایا تھا۔

﴿حبشہ کی طرف دو ہجرتیں ہوئیں﴾

پہلی ہجرت

اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت عثمانؓ لڑے ہیں آپ کے ساتھ حضرت رقیہؓ جو آپ کی زوجہ محترمہ اور آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ہیں انہوں نے اہل ہجرت کی۔ وہ چار عورتیں جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، (۱) رقیہ بنت ابی سلمہؓ، (۲) سلمہ بنت سلمؓ (زوجہ ابو حذیفہ ابن حبیب)، (۳) ام سلمہؓ بنت ابی سلمہ (زوجہ ابی سلمہ)، (۴) لیلیٰ بنت ابی شحمہ (زوجہ عامر بن ربیعہ)۔

اور گیارہ مرد حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) حضرت عثمانؓ لڑے (۲) عبدالرحمن بن عوفؓ (۳) زبیر بن العوامؓ (۴) ابو حذیفہ بن حبیبؓ (۵) مصعب بن عمیرؓ (۶) ابوسلمہ بن عبد اللہؓ (۷) عثمان بن مظعونؓ (۸) عامر بن ربیعہؓ (۹) سمیل بن یثیاءؓ (۱۰) ابوبکرؓ بن ابی رہم العامری یا حاطب بن عمرو العامری (۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما)

حبشہ کے مہاجرین اول کی تعداد اور ان کے تعین میں اختلاف ہے، شروع

کے نو افراد میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ شریک ہجرت رہے البتہ واقعہ ٹی فرماتے ہیں کہ بقیہ تین افراد بھی شریک رہے ہیں اور ان کے نزدیک ابو ہریرہ (جو دسویں نمبر پر ہیں) کے علاوہ حاطب بن عمرو بھی شریک ہجرت تھے اس طرح ان کے نزدیک شرکاء کی تعداد بارہ ہو جاتی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے شرکاء ہجرت کی تعداد گیارہ بتائی ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ ابن اسحاق نے مردوں میں دس آدمیوں ہی کا نام لیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود کے متعلق وہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ ہجرت اولیٰ میں نہیں بلکہ ہجرت ثانیہ میں شریک تھے اور دس افراد کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ ابو ہریرہ ہیں یا پھر حاطب بن عمرو ہیں۔

(طحاوی تاریخ نمبر ۷ ص ۱۸۹۔)

لیکن ابن سعد نے انہی تمام مہاجرین کا نام لیا ہے جن کو اقدی نے ذکر کیا ہے (یعنی مذکورہ اسماء میں سے تمام حضرات جو بارہ بنتے ہیں) اور ان میں عبداللہ بن مسعود کو بھی شامل کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد نمبر ۳ ص ۱۵۹)

اور طبقات ابن سعد میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی ہیں۔ ان دو ہجرتوں کا واقعہ یہ ہے کہ جب حبشہ میں جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں مقیم ہو گئے تو کچھ عرصہ کے بعد حبشہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ملکہ اسلام لے آئے ہیں، جب یہ خبر وہاں پہنچی تو سب مہاجرین نے واپس مکہ مکرمہ کی طرف رخ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔

(فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹)۔

اس لئے بعض تو فوراً حبشہ چلے گئے اور بعض چھپ چھپا کر مکہ آ گئے۔ حضرت
عبداللہ بن مسعود چھپ کر مکہ آئے اور چند دن قیام فرما کر دوسری بار پھر حبشہ کی طرف
ہجرت کر لی۔

دوسری ہجرت

اس دفعہ مشرکین نے پہلے سے زیادہ ستانا شروع کیا۔ اس لیے رسول
اللہ ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی دوسری ہجرت میں
مہاجرین کی تعداد اسی (۸۰) افراد سے زائد تھی۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

«سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّجَاشِيِّ
لِمَالِكِ بْنِ رَجَاءٍ أَنَا وَجَعْفَرُ بْنُ أَبِي مُوسَى وَابْنُ هِشَامٍ وَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَرَفَةَ وَ عَلِيٌّ بْنُ مَطْعُونٍ وَ بَعَثَ لِرَبِيعِ
عَمْرٍو وَ بَنِي الْعَاصِ وَ عِمَاوَةَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ بِهَدِيَّةٍ فَقَدِمَ عَلَيَّ
النَّجَاشِيُّ لَمَّا دَخَلَا مَسْجِدَهُ ثُمَّ ابْتَدَأَ عَنْ يَمِينِهِ وَ
عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ: إِنَّ لِسَفَرًا مِنْ بَنِي عَمِيٍّ نَزَلُوا

۱۔ اس افراد کے پہلے کا بعض مورخین نے یہ سب بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ حرم کی شریف میں سورہ
والنجم کی آخری آیات کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین مکہ بھی وہیں تھے آپ ﷺ قسم فلاں ولفزنی پڑھتے
ہوئے اس سورہ کے مقام مجیدہ پر پہنچے اور آیت مجیدہ تلاوت کرنے کے بعد مجیدہ میں چلے گئے چونکہ کچل آیت میں
لاں اور غزنی کا نام آیا تھا اس لیے مشرکین بھی حضور کے ساتھ مجیدہ میں چلے گئے اور یہ بات مشہور ہو گئی کہ تمام
مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹۔

ارضك ورغبوا عنا وعن ملكتنا، قال: "فأين هم؟" قال: "هم في ارضك" فلبعت اليهم، فبعث اليهم، فقال: "جعلتم قراطينكم اليوم قاتلهم؟" فسلم ولم يسجد، فسالوا: مالك لا تسجد للملك؟ قال: أنا لا تسجد إلا الله عز وجل قال: وما ذلك؟ قال: إن الله عز وجل بعث اليها رسوله صلى الله عليه وسلم وأمرنا أن لا نسجد لاحد إلا الله عز وجل وأمرنا بالصلوة والزكوة، قال: همروا من العاص: فأتهم يخالفونك في عيسى بن مريم، فقال ما تقولون في عيسى بن مريم، وانه قال: نقول كما قال الله عز وجل: هو كلمة الله وروحها الصالح على العذراء البتول التي لم يمسسها بشر ولم يضرطها ولد، قال: فرغ عوداً من الارض ثم قال يا معشر الحبشي القسيسين والرهبان والله ما يجعلون على انبي لقول فيه ما يسوى ذلك، مرحباً بكم وبمن جئتم من عنده اشهد أنه رسول الله فاته الذي تبعه في الانجيل وانه الرسول الذي بشره عيسى بن مريم انزلوا حيث شئتم والله لو لا ما أنا فيه من الملك لأكتبته حتى أكون أنا أحمل نعليه وأوحيه، وأمر يهذه الآخرين.

بھیجا ہے اور ہمیں حکم دیا کہ کسی کے لیے سوائے اللہ کے ہم سجدہ نہ کریں اور ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی حکم دیا، عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں تمہاری مخالفت کرتے ہیں نہایتی نے کہا تم لوگ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ ہمارا کہنا وہی ہے جو اللہ کا فرمان ہے کہ وہ (عیسیٰ) اللہ کی روح ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ جس کو اللہ نے کنواری مریم (جس کو دنیا کی کوئی رحمت نہ تھی) اور جس کو کسی انسان نے نہ چھوا تھا پر نازل کیا۔ نہایتی نے زمین سے ایک جنا اٹھایا پھر کہا اے حبشہ کی قوم، اے علماء و مشائخ و صوفیاء، تم کیا کہتے ہو؟ مجھ کو تو جعفر نے جو کچھ کہا برا معلوم نہیں ہوتا اور حضرت جعفرؓ سے کہا مرعبا ہے تم کو اور جو تمہارے ساتھ آئے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور یہ وہی ہیں جن کو ہم انجیل میں پڑتے ہیں اور یہ وہی رسولؐ ہیں جس کی عیسیٰ ابن مریم نے بشارت دی تھی تم لوگ جہاں چاہے رہو اور خدا کی قسم اگر میں بادشاہ نہ ہوتا تو میں ان کے (مضروب) پاس ضرور آتا۔ اور ان کے جوتے اٹھاتا اور ان کو دھو کر اتا اور دوسرے (یعنی مشرکین) لوگوں کے ہدیہ و ایس کرنے کا حکم دیا تو ان ہدیوں کو لوٹا دیا گیا۔

تیسری ہجرت

اوسر مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعداد کے اضافہ کے ساتھ مصائب اور تکالیف میں بھی اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کہ مشرکین مکہ کے خاص خاص لوگوں کے مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے، تاکہ تمام مسلمانوں کا زور ٹوٹ جائے۔ چونکہ مشرکین مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ سے بے حد پریشان تھے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد کوئی ایسا کر کے اس پر عمل کیا جائے ورنہ جب مسلمان زیادہ ہو جائیں گے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے، ان تمام وجوہ سے انہوں نے مسلمانوں کے مصائب میں بے حد اضافہ کر دیا۔

تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا۔ تاکہ بلا حراست دین کے احکام ادا کر سکیں۔ چنانچہ جب جب صحابہ کرام کو موقع ملا چھپ چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی اور حضور ﷺ نے خود بھی حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

جب تمام مسلمانوں کے ہجرت کی خبر جشہ پہنچی تو حضرت عبداللہ بن مسعود چونکہ وہیں تشریف رکھتے تھے انہوں نے بھی ہمیشہ کے لیے مدینہ منورہ کو مامن و مسکن بنانے کا ارادہ کر لیا اور ہجرت کر کے ایسے وقت مدینہ پہنچے کہ غزوہ بدر بالکل تیار تھا۔ یہاں تک کہ اس میں شریک ہونے اور جنت کی خوشخبری حاصل کی۔ اور بقیہ مہاجرین جشہ میں سے تقریباً تیس سے زائد صحابہ کرام مکہ پہنچے یا

ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کو تین

ہجرتیں کرنے کی تعلیمات حاصل ہے۔ وہ ہجرتیں ہیں جو آپؐ نے صرف اسلام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کی ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ کو ذوق ہجرت ثلاثیہ (یعنی تین ہجرتوں والے) کہا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے

کہ:

﴿كُنَّا نَسْلَمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَهْجُو
فِرْدَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ،
فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا كُنَّا نَسْلَمُ عَلَيْكَ
فَفِرْدَ عَلَيْنَا؟ قَالَ: "إِنْ فِي الْفِرْدِ شُعْلَانِيَّةٌ"﴾ (بخاری الحدیث)
"ہم حضور ﷺ کو حالت نماز میں سلام کرتے تھے۔ تو آپؐ ہم کو
جواب (جواب سلام) دیتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس
سے لوٹے اور ہم نے بحالت نماز حضورؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے نماز
میں جواب نہیں دیا۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپؐ کو
سلام کرتے تھے تو آپؐ ہمیں جواب دیتے تھے؟ تو آپؐ نے
فرمایا کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔ (یعنی نماز کی مشغولیت کی
وجہ سے اب نماز میں سلام کا جواب دینا جائز نہیں رہا۔)"

مواخات

مہاجرین جب مکہ مکرمہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے دشمن داروں اور

عزیز و اقارب کو چھوڑ کر یہ منورہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاتہ (یعنی بھائی بھائی) کا حلق قائم کر دیا تھا۔

انصاری صحابہؓ نے اس موقع پر ایثار کی عجیب و غریب مثالیں قائم فرمائیں۔ انصاری بھائی اپنے مہاجر بھائی کو اپنے تمام سامان کا آدھا حصہ دے دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض انصاری صحابہؓ نے یہ بھی کیا کہ ان کے پاس دو بیویاں تھیں تو انہوں نے ایک کو طلاق دے کر دوسرے بھائی (مہاجر) کے نکاح میں دے دیا۔

کئی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہمیشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے درمیان مواخات کا نام فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے یہاں قیام کیا۔

آپ کے لیے مکان کا عطیہ

جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور آپؐ کے بھائی حضرت قتیبہ بن مسعودؓ کو رہائش کے لیے زمیں عطا کی تھیں۔ جو مسجد نبویؐ سے متصل مسجد کی پشت پر واقع تھیں اور بوڑھرا کے افراد کو بھی کچھ زمیں عطا کی تھیں جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زمین سے متصل تھیں اور آپؐ نے ان زمینوں کے درمیان حد بندی کر دی تھی۔

ایک دفعہ بنی زہرہ کے قبیلے کے کسی فرد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہا: اے بخاری شریف! اب انار التی حلی اللہ علیہ وسلم میں کہا جریں (الانصار) قطعاً صحیح الباری بن نمبر ۷ ص ۱۱۲۔
طبقات ابن سعد بن نمبر ۳ ص ۱۵۲۔ صحیح طبقات ابن سعد بن نمبر ۳ ص ۱۵۲۔ (روایت عبد اللہ ابن مسعود)۔

کہ "اے ابن عسکرم عبدہم سے دور چلے جائیں (اور یہاں تہ ہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں؟۔۔۔ کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے؟ یہ تک اللہ تعالیٰ اس قوم کو برکت نہیں دے گا جو ضعیف کو اس کا حق نہ دے۔"

ایک واقعہ

حضرت ام مویٰ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو مسواک لانے کے لئے درخت پر چڑھنے کا حکم فرمایا، جب آپ چڑھے تو صحابہ کرام آپ کی پتلی پتلی پتلیوں کو دیکھ کر کہنے لگے۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا "تم ایسے مفص (یعنی ابن مسعود) پر بیٹے ہو حالانکہ ان کی پتلیوں کا وزن قیامت کے دن میزانِ عدل پر جیل احد سے بھاری ہو گا۔"

آپ کا لباس

آپ کا لباس انتہائی سادہ لیکن نہایت ہی صاف ستھرا ہوا کرتا تھا اور عموماً آپ سفید کپڑے پہنا کرتے تھے۔ حضرت نفعی جو حضرت ابن مسعود کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ فرماتے ہیں:

كان عبد الله بن مسعود من أجود الناس ثياباً أبيضاً،

من أحب الناس رداءً

عمرہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی کیفیت تھی۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ نمبر ۱۵۰۔ بروایت مکی ابن احمد (طبع فی بیروت) ج ۱ طبقات ابن سعد ج ۳ نمبر ۱۵۰

۱۵۰ طبع بیروت۔

”عبداللہ ابن مسعود لوگوں میں بہترین تھے۔ سفید کپڑوں کو پہننے کے اعتبار سے، اور اچھی خوشبو لگانے کے اعتبار سے“

خوشبو کا شوق

بہت سی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو خوشبو کا بہت شوق تھا اور اگر کوئی آپ کو کسی وجہ سے نہ دیکھ سکتا تو وہ آپ کو آپ کے خوشبو لگانے کی وجہ سے پہچان لیا کرتا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

”کان عبد اللہ يعرف باللیل بريح الطيب“
 ”حضرت عبداللہ ابن مسعود کو رات میں خوشبو کے جھونکے کے سبب پہچان لیا جاتا تھا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اہتمام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تقریر فرما رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا کہ ”بیٹھ جاؤ“ حضرت ابن مسعود اس وقت دروازہ تک پہنچے تھے انہوں نے جب یہ سنا تو اپنے آقا کی تعمیل ارشاد میں فوراً وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابن مسعود وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے ہیں۔ تو آپ نے کہا ”تعال باحد اللہ بن مسعود“ یعنی آئے ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم آگے آ جاؤ۔

(رواہ ابو داؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمات

حضرت ابن مسعودؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی خصوصی خدمتیں آپ کے سپرد تھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”سَمَّانَ عَبْدَ اللَّهِ يَلْبَسُ رَسُولُ اللَّهِ نَعْلَيْهِ نَمَ يَمْسِي أَمَامَهُ بِالْعَصَاءِ حَتَّى إِذَا أَتَى مَجْلِسَهُ نَزَعَ نَعْلَيْهِ فَأَدْخَلَهُمَا فِي ذِرَاعَيْهِ فَأَعْطَاهُ الْعَصَا فَإِذَا ارَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُومَ إِلَيْهِ نَعْلَيْهِ نَمَ مَسَى بِالْعَصَا أَمَامَهُ حَتَّى يَدْخُلَ الْحَجْرَةَ قَبْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ“

”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر عصا لے کر ان کے آگے چلتے۔ یہاں تک کہ مجلس آ جاتی تو دونوں جوتے ہٹا کر بٹھل میں دبا لیتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپ کو (آپ کے) دونوں جوتے پہناتے پھر عصا لے کر آپ کے آگے چلتے۔ یہاں تک کہ حجرہ رسول میں حضورؐ سے پہلے داخل ہو جاتے۔“

ابوالمحکم نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ آپؐ سو جاتے تھے تو نماز کے لیے بیدار

کرنے کی خدمت ابن مسعود کے سپرد تھی اور جب آپ سفر میں تھا ہوتے تو ہتھیار سے مسلح ہو کر آپ کے ساتھ رہتے تھے۔

مسلم شریف کی ایک اور روایت ہے جس سے آپ سے آپ کے قرب کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ نلت علي أن

ترفع الحجاب وإن تسمع سوادى حتى أنهارك﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے تمہیں

اجازت ہے کہ (حجرہ کا) پردہ اٹھاؤ اور میری راز کی باتیں سنو

یہاں تک کہ میں تمہیں منع نہ کروں۔“

حضرت ابن مسعود کی ان خدمات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ اسی لئے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی

اجازت دے دی تھی کہ میرے رازوں اور خاص خاص پوشیدہ باتوں کو تم پردہ اٹھا کر

سن سکتے ہو جب تک کہ میں منع نہ کروں، انہی وجوہ کے پیش نظر آپ کو صاحب سواد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار) بھی کہا جاتا

تھا۔

اسی وجہ سے بعض حضرات جو نئے نئے مسلمان ہوئے تو جب وہ آپ کو اس

قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے اندر باہر آتے جاتے دیکھتے تو وہ حضرت

ابن عبداللہ ابن مسعود اور ان کی نصیب، طبع ندوۃ المصلحین (۱۱ نور) ۱۵۱ ذکر خیرہ رضی اللہ عنہ ۲۰۲۷ء و نقلہ للإمام

احمد ابن حنبل فی مسندہ (ج ۵ ص ۲۵۲ طبع مصر)۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سمجھنے لگتے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعرمی سے روایت ہے کہ جب میں اپنے بھائی کے صراوت میں سے دینے آیا تو شروع شروع میں میں یہ سمجھا کہ ابن مسعود اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ابن مسعود اور ابن مسعودی و ولدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آتے جاتے دیکھ کر یہ شبہ ہوا کہ آپ اہل بیت میں سے ہیں۔"

غزوات میں شرکت

اسلام کے فرائض اور اعمال میں جہاد کا مقام کسی مسلمان سے چھپی نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اگرچہ جسمانی طور پر کمزور اور نحیف الجشہ تھے۔ لیکن ہر جنگ اور ہر فرودہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور اس کا رفیقیم میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرودہ بدر کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میں جنگ (بدر) میں کسی صف میں کھڑا تھا اچانک میری دائیں اور بائیں نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ حضراء کے دو بیٹے محاذ اور صف میں میرے دائیں بائیں کھڑے ہیں اور یہ کم عمر لڑکے نظر آتے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی نے مجھ سے کہا: "بچہ! کیا آپ ابو جہل امین ہشام کو جانتے ہیں؟" تو میں نے کہا: "ہاں! میں جانتا ہوں۔" لیکن میرے بھتیجے! تمہیں اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" انہوں نے کہا: "ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ (یعنی ابو جہل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے۔ پس خدا کی قسم اگر میں ابو جہل کو دیکھوں گا تو اسے قتل کر دوں گا۔ چاہے بعد میں خود ہی

مر جاؤں“ اسی طرح دوسرے لڑکے نے بھی مجھ سے یہی کہا اور ابو جہل کے بارے میں سوال کیا، اچانک میری نظر ابو جہل پر پڑی تو میں نے کہا ”یہی ہے وہ ابو جہل جسے تم مارنا چاہتے ہو۔“ وہ دونوں جلدی جلدی تلوار لے کر بھاگے اور اس کو تلوار سے مارا یہاں تک کہ وہ ”مگر گیا“ ایہ دونوں بچے مفرات کے بیٹے تھے۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو ابو جہل کی خبر لائے؟“ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فوراً ابو جہل کو دیکھنے چل دیے یہاں تک کہ اس کو زمین پر گرنا ہوا دیکھا، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے دیکھا کہ اس کے اندر زندگی کی آخری رمق باقی تھی تو میں نے اس کی داڑھی پکڑی اور کہا کہ ”تم ہی ہونا ابو جہل؟“ اور میں نے اپنے چیراس کی گردن پر رکھ دیے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ میں اس نے مجھے پکڑ کر خوب گھونسنے مارے تھے پھر میں نے اس سے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا“ کہنے لگا: میں کیوں رسوا ہوتا؟ کیا قوم نے بھی مجھ سے بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور میں اس کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا اور میں نے عرض کیا کہ یہ دشمن خدا ابو جہل کا سر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر فرمایا: ”اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟“ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے قسم کھا کر ابو جہل کے قتل ہونے کا یقین دلایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعودؓ کا ہاتھ تھاما اور اس طرف چل دیے۔ جہاں ابو جہل کو قتل کیا گیا تھا۔ جب اس جگہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

عہد اللہ ابن مسعود ان اسی (۸۰) صحابہ میں سے تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم تقریباً اسی (۸۰) قدم پیچھے ہٹے ہوں گے پھر ہم اپنی جگہ ثابت قدم ہو گئے اور دیوانہ وار لڑنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ (فجر) پر سوار تھے۔ وہ آپ کو لے کر چل رہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی طرف ٹھٹھکے تو میں نے سبب دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "مجھے ایک مٹی کا گھا کر دے دو۔" میں نے اٹھا کر دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی کفار کی طرف پھینک دی اور ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "مہاجرین اور انصار کہاں ہیں؟" میں نے اشارہ سے بتایا کہ وہ وہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو لپکارو، میں نے ان کو زور سے پکارا تو وہ ہاتھ میں تلواریں لئے ہوئے آگئے اور وہ ہر ایک مشرکین پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے، ان کی تلواریں ایسی چمک رہی تھیں جیسے بادل میں بجلی چمکتی ہے۔ اس موقع پر مشرکین بھاگ اٹھے اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی جا۔

غزوہ حنین سے قبل حضرت عہد اللہ ابن مسعود صلح حدیبیہ میں بھی شریک رہے، آپ اس کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے تو ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رہتی زمین پر پڑاؤ لایا چونکہ سب ٹھٹھکے ہوئے تھے اس لئے جب سونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فجر تک ہمارے لیے کون پہرے داری کریگا؟" اور ہمیں فجر کے وقت کون بیدار کرے گا؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو بیدار کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن سے فرمایا کہ کہیں تم سو نہ جاؤ؟ (لیکن حضرت بلال نے پھر بھی پیروداری کی) یہاں تک کہ سارا قافلہ سو گیا چونکہ حضرت بلال بھی تھکے ہوئے تھے اس لئے ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ اس وقت سب لوگ بیدار ہو گئے اور حضور بھی بیدار ہوئے اس لئے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے جماعت کر کے قنڈا پڑھ لی۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاقہ (دو ٹہنی) گم ہو گئی۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسے ڈھونڈنے گیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئی۔ میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں خوشی خوشی سو اور ہوئے اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی نازل ہوتی تو وہ وقت آپ پر بہت شدید مشقت کا ہوتا تھا۔ آپ کی اس شدت اور مشقت کے سبب ہم یہ سمجھ جایا کرتے تھے کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم روانہ ہوئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پیچھے رہ گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے الگ ہو چکے ہو گئے ہیں۔ ورنہ عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے آگے ہوا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو پکڑے سے ڈھانپ لیا ہے اور وہ اس وقت مشقت میں بھی تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس وقت تک آپ کی وہ مشقت ختم ہو گئی تھی اور آپ نے ہمیں وحی کے نازل ہونے کی خبر دی کہ وحی میں یہ آیت اتری ہے۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾

عہدہ قضا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (۲۰ھ) میں آپ کو قضا کے لابی مقرر کئے گئے۔ عہدہ قضا کے علاوہ خزانہ کی نگرانی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور ان کی کو قضا کی وزارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد تھے۔ "حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمان مقرر کی آپ کو دیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:-

﴿إِنِّي سَمِعْتُ الْبِكَمَ عِمَارَ بْنَ يَاسِرٍ أَمِيرًا وَابْنَ مَسْعُودٍ مُعَلِّمًا وَوَزِيرًا وَفَدًا جَعَلُوا ابْنَ مَسْعُودٍ عَلَيَّ بِهَيْتِ مَالِكُمْ وَإِنَّهُمَا لَمِنَ النُّجَبَاءِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، فَاسْمَعُوا لِهَمَا وَاطِيعُوا وَاتَّقُوا بَهَما وَفَدَا أَمْرُكُمْ بَابِي أَمَّ عَهْدٍ عَلَيَّ لِنَفْسِي﴾

"بیکم میں عمار بن یاسر کو امیر بنا کر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور میں نے ابن مسعود کو تمہارے بیت المال کا نگران بھی مقرر کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کا شمار صحابہ کرام کے شرفاء اور اہل بدر میں ہے۔ لہذا تم ان کی بات سنو اور اطاعت کرو اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے تم کو ابن ام عبد (عبداللہ ابن مسعود) کے معاملے میں خود اپنے اوپر ترجیح دی

لا مستند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۹۵، حدیث نمبر ۴۴۲۱ (مطبوعہ مصر) ج ۱۱ استیعاب مثنیٰ والا صحابہ فی صحیح المسکات ج ۱ ص ۲۲۲ وکذا التاج ج ۱ ص ۲۲۲

ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ مجھے خود ان کی ضرورت تھی۔ لیکن میں نے ایسا کر کے انہیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔)

حضرت ابن مسعود کھل دیں سال تک بڑی خوش اسلوبی اور نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں لگے رہے اس دوران خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافت ثالث کی مسند پر تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو انہی ذمہ داروں پر برقرار رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سپرد فرمائی تھیں۔ اگرچہ اس دوران امارت کوفہ کے منصب میں عوام کی شکایات و احتجاج پر تہدیلیاں ہوتی رہیں۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عہدہ قضاء برقرار رہا۔ کیونکہ آپ نے فرائض ایسے حسن و خوبی سے انجام دیے اور آپ نے ایسے احتیاط اور انصاف سے کام لیا کہ آپ سے کسی کو کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔

فطری رحم و ملی اور تعلق کے باعث حضور درگزر و چشم پاشی ان کا مخصوص شیعہ تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ عداوت میں کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی و درگزر سے پیش آنا اور حقیقت نظام حکومت کے اربکان و اساطین کو متزلزل کر دینا ہے۔ اس بناء پر وہ اثبات جرم کے بعد اپنی طبیعتی و شفقت کے باوجود قانون عدالت کے اجراء میں بھی دریغ نہ فرماتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بھتیجے کو شراب پینے کے جرم میں پیش کیا۔ حضرت عبداللہؒ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن جب دڑے پڑنے لگے تو اس کا دل رحم و شفقت سے بھر آیا اور منت و ساجت کے ساتھ سفارش

کرنے لگا، انہوں نے غضبناک ہو کر فرمایا ”تو نہایت ظالم چچا ہے۔ اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے جو آپ ممکن نہیں ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری کی گئی جس نے چوری کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: ”کہ تم لوگوں کو اعراض و چشم پوشی سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں بخل دے۔“

بعض اوقات ایک ہی جرم بھرموں کے اختلاف کی حیثیات کے لحاظ سے ان کو مختلف سزاؤں کا مستوجب قرار دیتا ہے۔ حضرت عہد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس نکتہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے۔ ایک دفعہ ان کو اطلاع دی گئی کی سیلہ و کذاب کے قبضین میں سے کچھ لوگ اب تک موجود ہیں جو اس کو رسول خدا کہتے ہیں۔ حضرت عہد اللہؐ نے چند سپاہی بھیج کر ان کو گرفتار کرادیا اور سب کی توبہ قبول کر کے چھوڑ دیا۔ لیکن ان کے سرگروہ ابن لواح کے لیے قتل کی سزا تجویز کی، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو بولے: ”کہہ ہیں نو احد اور ہیں اٹال دو شخص سیلہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بن کر گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم سیلہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ”ہاں“ آپؐ نے فرمایا ”اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔“ اس بناء پر جبکہ وہ اب تک اس کے اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آیا ہے اور اب سفیر بھی نہیں ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا پورا کرنا ضروری تھا!

اسی طرح آپ کے ذمہ خزانہ کے امور بھی تھے۔ جن کو بھی آپ نہایت

انصاف اور ذمہ داری کے ساتھ پورا کر رہے تھے ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے۔ انہوں نے بیت المال سے کچھ قرض لیا اور کسی سبب سے کچھ عرصہ تک اس قرض کی ادائیگی نہ کر سکے۔ چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان کے گھرانہ میں بھی تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے سختی سے مطالبے شروع کئے اور کئی بار تقاضا کیا یہاں تک کہ ایک روز تک کلامی کی نوبت آگئی وہاں پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ایک بھتیجے بیٹے تھے انہوں نے کہا کہ خیر ہے آپ لوگ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور لوگ آپ کو (افتداء کے لیے) دیکھتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے چھری دوڑھکی اور بددعا کے لیے ہاتھ اٹھادیئے اور اللہم رب السموات والارض کہہ کر بدعا شروع کی تو فوراً حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بولے خیر ہے، نیک دعا مانگی؟ اور بددعا نہ کیجئے، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رک گئے اور کہا کہ اگر مجھ میں اللہ تعالیٰ کا زور نہ ہوتا تو میں تمہارے لیے بددعا ضرور کرتا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھ کر چلے گئے۔

اب اس بات کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپؓ نے فوراً حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امارت کوفہ سے معزول کر دیا۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قضاء وغیرہ کی ذمہ داریاں برقرار رکھیں اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید ابن عقبہ کو کوفہ کا امیر (گورنر) مقرر کیا۔ یہ واقعہ اچھے میں پیش آیا ہے۔

اسی طرح آپ کے عہد قضا میں ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا۔ جس کو ولید بن عقبہ نے بھیجا تھا اور کہلوا یا تھا کہ اگر یہ ساحر ہے تو اس پر کوئی حد جاری ہوگی؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولید سے پوچھا کہ ”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے؟“ انہوں نے کہا کہ ”لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ ساحر ہے“ حضرت عبداللہ نے ان لوگوں کو بلایا جنہوں نے ولید سے یہ کہا تھا کہ یہ ساحر ہے اور ان سے پوچھا کہ ”آپ لوگوں کو کس طرح پتہ چلا کہ یہ ساحر ہے؟“ وہ لوگ بھی یہ کہنے لگے کہ ”ہمارا گمان ہے کہ یہ ساحر ہے۔“ حضرت ابن مسعود نے اس ساحر سے پوچھا کہ کیا تم ساحر ہو؟ اس نے کہا کہ ”ہاں“ تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ تم جاننے ہو مگر کیا بتانا ہے؟ کہنے لگا ”ہاں“ اور وہ گدھے پر کود کر دم کی طرف سے سوار ہو گیا یہ دکھانے لگا کہ اب وہ اس کے منہ اور پشت سے نکلے گا۔ جب یہ حضرت ابن مسعود نے دیکھا تو اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ یہ سن کر ولید مسجد کی طرف گئے اور یہ اعلان کروایا کہ ایک ساحر میرے پاس آیا ہے اور وہ جادو کے تماشے دکھا رہا ہے یہ سن کر لوگ ولید کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک جندب نامی شخص دوڑا آیا اور اس نے کہا کہ وہ ساحر کہاں ہے؟ اچانک اس کی نظر اس ساحر پر پڑ گئی اور وہ بھاگ کر اس کے پاس گیا اور اس کو قتل کر دیا، چونکہ یہ حکومت کے معاملات میں مداخلت بیجا تھی۔ اس لیے حضرت ابن مسعود نے اس کو قید کر لیا، اور دربار خلافت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس غلط بھیجا اور اس مسئلہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عثمانؓ نے جواب بھیجا کہ مجھ کوئی نصیبیہ و تقویٰ کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگوں کو سمجھاؤ کہ پھر آئندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ حضرت عبداللہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور قتل کو فوج کر کے فرمایا: صاحبو!

صرف شک و شبہ پر کوئی کام مت کرو اور یہ مت کرو کہ عہدالت اپنے ہاتھ میں لے کر خود حدود قائم کرنے لگو، ہم خود خطا کار کو قید کریں گے اور سزا دیں گے، یہ ہمارا فرض ہے تم کو اس میں مداخلت بچا کی ضرورت نہیں۔!

معزولی

حضرت عثمان غنیؓ کے آخری عہد حکومت میں جب مختلف سازشوں کا بازار گرم ہوا تو ان سازشوں نے زیادہ دنوں تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی زیادہ دنوں تک اپنے عہدے پر برقرار رہنے نہ دیا اور آپ بھی یکایک معزول کر دیے گئے۔ معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنادیا، احباب، معتقدین، علائکہ اور اعیان شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمان عزل کی سخت مخالفت اور ناراضگی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مصر ہوئے کہ آپ کوفہ سے تشریف نہ لے جائیں اور اگر اس کی پاداش میں آپ کو کوئی مصیبت پہنچے گی تو ہم سب اس کو روکیں گے، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میرے اوپر امیر کی اطاعت فرض ہے اور اگر بالفرض میں امیر کی اطاعت نہ کروں تو ہو سکتا ہے کہ صرف میری وجہ سے کوئی فتنہ و فساد برپا ہو اور میں صرف مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب بن جاؤں اور اس کی ابتداء میری طرف سے ہو۔ فرض یہ کہ وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ کی تدفین میں شرکت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب حجاز تشریف لارہے تھے تو مدینہ منورہ کے

راستے میں ایک مقام ہے جو ربذہ کہلاتا ہے وہاں پر حضرت ابوذر غفاریؓ کا انتقال ہوا آپ نے وفات کے بعد ان کی تدفین کی۔ اس کا مفصل واقعہ تاریخ طبری میں یوں مذکور ہے کہ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۱ھ کا ہے، جب حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹی سے فرمایا کہ ذرا دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آ رہا۔ بیٹی نے دیکھ کر کہا ابھی تو کوئی قافلہ نہیں آ رہا۔ پھر کچھ دیر گزری ہوگی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو بکری ذبح کرنے اور اس کو پکانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کا گوشت تیار کیا پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی میری موت کے بعد ایک قافلہ آئے گا اور وہ مجھے دفن کرے گا۔ تم ان سے یہ کہہ دینا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ گوشت نہ کھالیں۔ جب کھانا کھلی تیار ہو گیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو ایک دلدہہ بارہ دیکھنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ کوئی قافلہ تو نہیں آ رہا ہے وہ گئیں اور انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایک قافلہ چلا آ رہا تھا۔ واپس آ کر باپ کو بتایا کہ وہاں ایک قافلہ تو آ رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ میرا منہ قبلہ کی طرف کر دو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، پھر آپ یہ جملہ ارشاد فرمانے لگے:

بِسْمِ اللَّهِ وَ بِاللَّهِ وَ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿﴾

اور یہ کہہ کر آپ کی وفات ہوگئی، یہ دیکھ کر بیٹی گھر سے باہر نکل گئیں اور راستہ میں جا کر کھڑی ہو گئیں۔ یہاں تک کہ قافلہ آپ کو دیکھ کر روک گیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ذرا ابوذرؓ سے مل لیں وہ قافلہ والے کہنے لگے کہ وہ کہاں ہیں؟ بیٹی نے ان کو بتایا کہ وہ وہاں رہتے تھے ابھی ان کی وفات ہوگئی ہے لہذا

آپ ان کے کفن دفن کا انتظام کر دیں وہ قافلہ فدیت مایہ و لئی (یعنی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) کہہ کر اتر پڑے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی اس قافلہ کے امیر و کادر ان تھے۔ جو کوفہ سے مکہ جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کو جب بن کی وفات کا علم ہوا تو آپ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی نعش تہ پت مجھے اور وہ نے گئے اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ادا فرما رہے تھے کہ:

”وہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بموت وحده
و یبعث وحده“

”اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بالکل سچ ہوگی
کہ (ابوذرؓ) اکیلے ہی مرے گئے اور اکیلے ہی حشر کے روز
اٹھائے جائیں گے۔“

پھر آپؐ نے ان کو غسل دیا اور کفن وغیرہ پہنا کر نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو وہیں دفن کر دیا۔ جب بن تمام اسور سے فارغ ہو گئے اور یہ ارادہ کیا کہ دوبارہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں تو حضرت ابوذرؓ کی صاحبزادی بولیں کہ میرے والد ابوذرؓ نے مجھ سے قبل ان وفات کہا تھا کہ ”ان قافلہ والوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان کو قسم دے کر یہ کہنا کہ آپ لوگ اس وقت تک سہارت ہوں جب تک یہ کھانا نہ کھا لیں“ آپ حضرات نے ان کی بات خورامان لی اور کھانا کھا کر فوراً روانہ ہو گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوذرؓ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع دی اور حضرت ابوذرؓ کی بیٹی چونکہ ربذہ میں اکیلی رہ جاتیں اس لیے ان کو اپنے ساتھ

لے آئے تھے اور ان کے اہل خاندان سے ملایا تھا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود عمرہ سے فراغت حاصل کر کے مدینہ منورہ جا کر مقیم ہو گئے اور بقیہ قالہ جو صرف آپؐ کو مدینہ طیبہ پہنچانے آیا تھا وہیں کوٹھ چلا آیا۔

علامت پھر وفات

۳۳ھ میں جب آپؐ کا سنہ ومارگ ساٹھ برس سے تجاوز ہو چکا تھا ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ”خدا مجھے آپؐ کی آخری زیارت سے محروم نہ کرے۔ میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپؐ سامنے حاضر ہیں۔ اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے ”ہاں مسطور میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی ہے آؤ میرے پاس چلے آؤ“ حضرت عبداللہؓ نے جب اس شخص سے پرستار فرمایا کہ ”خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے“ بولا ”ہاں“ فرمایا ”تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر غنی مدینے سے کہیں جاؤ گے۔“

یہ خواب چند ہی روز میں حقیقت میں بدل گیا اور آپؐ اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگوں کو آپؐ کی زندگی سے مایوسی ہو گئی، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آخری لحاظ حیات میں عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع فرمائی!

حضرت عثمانؓ!

آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ!

اپنے گناہوں کی!

حضرت عثمان رحمہ اللہ!

آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ!

خدا کی رحمت!

حضرت عثمان رحمہ اللہ!

آپ کے لیے طیبہ دے دوں؟

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ!

مجھے طیبہ نے ہی بیمار کر لیا!

حضرت عثمان رحمہ اللہ!

آپ کا دہلیزہ جاری کر دوں؟

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ!

مجھے اس کی ضرورت نہیں!

حضرت عثمان رحمہ اللہ!

آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا؟

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ!

کیا آپ کو میری لائیکوں کے صحاح اور فقیر ہو جانے کا خطرہ ہے؟

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۃ الواقعة پڑھ لیا کریں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات سورۃ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی غرق نہیں ہوگا۔

لیکن اللہ کو رسول و جواب کا حاصل یہ نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ دونوں کے دل صاف نہ ہوئے تھے، بلکہ طبقات ابن سعد میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات سے قبل دونوں نے ایک دوسرے سے دل صاف کر لیا تھا اور جو معمولی رنجشیں تھیں وہ دور ہو گئی تھیں۔

وفات

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب سیر آخرت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن الزبیر کو بلا کر اپنے مال و اسباب اور اولاد و نیز خود اپنی جمیع زمینیں سے متعلق مختلف وصیتیں فرمائیں اور ساتھ برس سے کچھ زیادہ عمر پا کر ۳۳ھ میں اس دافانی سے انتقال فرمایا۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

مستند اور صحیح روایت کے مطابق نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپؓ کو حضرت عثمان بن عفان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے برابر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

۱۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۵۷۔ ۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۶۰۔ ۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۶۰۔ ۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۶۰۔

ذکر ماؤسی پابن مسعود ص ۱۱۱۔ مطبوعہ حیدرآباد۔

اولاد

آپؑ کے دو بیٹے عبدالرحمنؓ اور ابو سعیدؓ ہیں اور آپؑ کی بیٹیاں بھی ہیں جبکہ آپؑ کی زوجہ کا نام زینب ثقفیؓ ہے۔ آپؑ کے ایک پوتے ہیں جن کا نام قاسم بن عبدالرحمنؓ ہے۔

روایت حدیث

آپؑ سے روایت حدیث مندرجہ ذیل افراد نے کی ہے جن میں آپؑ کے خاندان کے افراد "عبدالرحمنؓ، ابو سعیدؓ، عبداللہ بن عتبہؓ، مسعودؓ، عتبہ بن مسعودؓ (یہ آپؑ کے بھائی ہیں) اور زینب ثقفیؓ" ہیں اور صحابہ میں سے "حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابو رافعؓ، حضرت ابو شریحؓ، حضرت ابو سعیدؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت ابو أمامہؓ، حضرت ابو طفیلؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت امین عباسؓ، حضرت لہناؓ، عمرؓ حضرت عمران بن حصینؓ ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضائہم۔

اور تابعین میں سے علقمہؓ، ابو الاسودؓ، مسروقؓ، ارتع بن قسٹمؓ، شریح القاضیؓ، ابو دائلؓ، زید بن وہبؓ، زین جوشؓ، ابو عمرو الغسانیؓ، عبیدہ بن عمرو السدوسیؓ، عمرو بن میمونؓ، عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰؓ، ابو عیسیٰ السدوسیؓ، حرث بن سوطؓ، مدینیؓ، ابن حراشؓ، ابو غریرہؓ ہم لہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپؑ کی محقق علیہ حدیثیں صحیح بخاری اور مسلم شریف کی چونسٹھ ہیں اور اس کے علاوہ ایسی روایتیں جو صرف بخاری میں آئیں ہیں۔ اور جو صرف مسلم میں ہیں وہ ۳۵ حدیثیں ہیں۔

﴿مناقب﴾

زہد و تقویٰ

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طور و طریق، ہیئت اور میرت کے اعتبار سے بہت مشابہت رکھتے تھے اسی طرح حضرت علقمہؒ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد خاص تھے۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بہت مشابہ تھے۔

حضرت ثور بن ابیہ والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں اس وقت سے کبھی چاشت کے وقت نہیں سویا۔

حضرت زر بن حبیش جو حضرت ابن مسعودؓ کی احادیث کے رواد میں سے ہیں لہر ماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عموماً بچہ اور بچہ مرآت کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن ابن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ بن مسعودؓ سے کم روزہ رکھتے نہیں دیکھا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا کہ میں عموماً نماز کو اختیار کرتا ہوں ہفت روزہ کے، کیونکہ میں حسب روزہ رکھتا ہوں تو نماز سے قسفف ہو جاتا ہے۔

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمرؓ

فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک شخص اور بڑے پتلے سے آدمی آئے حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے رہے اور پھر لا الہ الا اللہ پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ایسا بہتر ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے یہ ایسا بہتر ہے اس (یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا) جب ہم نے غور سے دیکھا تو وہ عبداللہ بن مسعود تھے۔

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے (ان دنوں حضرت عبداللہ کوفہ میں تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ کے کچھ دوست آئے تو حضرت علیؓ نے بغرض امتحان حضرت ابن مسعود کے متعلق ان سے کچھ استفسار کیا۔ انہوں نے تعریف کی اور کہا کہ ہم نے کسی شخص کو ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور معلم اور بہترین ساتھی نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بھی وہی بات ان کی تعریف میں کہوں گا جو آپ لوگوں نے کہی یا اس سے زیادہ تعریف کروں گا، کیونکہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے حلال کو حلال کیا اور حرام کو حرام۔ دین میں آپ بہت بڑے فقیہ بھی ہیں اور سچ نبی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے عالم بھی جیسا ہے۔

روایت حدیث میں حد و وجہ احتیاط

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرتے ہوئے اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ بھی قتال رسول اللہؐ یا "سمعت رسول اللہؐ" (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا) نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ "عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کر کے بیان فرماتے

یعنی اس حدیث کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غلطی سے ان کے منہ سے "قال رسول اللہ" نکل گیا تو اس خوف سے کہ کہیں اس قول کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قائل نہ ہو جائے فوراً گھبرا گئے اور جس عصا پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ متزلزل ہو گئی اور آپ کا پھنسے لگے اور ایک روایت میں ہے کہ فوراً آپ نے اس حدیث کو جان کرنے کے بعد فرمایا "لو نحدو ذا اوشبه ذا" یعنی حضورؐ نے یا تو یہ بات کہی ہے یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور بات کہی ہے۔

انداز تقریر

آپ کا انداز خطاب اس قدر دل نشین تھا کہ کسی شخص کا دل اچاٹ نہ ہوتا بلکہ جب آپ خاموش ہوتے تو سب کا یہ جی چاہتا کہ آپ اور زیادہ بیان کریں۔ حضرت عبداللہ ابن مراد اس امر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر جمعرات کو خطاب کیا کرتے تھے اور خطاب کے دوران جب آپ خاموش ہوتے تو ہماری خواہش ہوتی کہ آپ اور زیادہ تقریر فرمائیں۔

ایک دن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خطاب کیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو خطاب کے لیے کہا گیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی تھوڑی دیر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کم خطاب کیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اب تم خطاب کرو تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی تھوڑی دیر تقریر کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے کسی اور کو حکم دیا کہ تم تقریر کرو۔ پھر ان کو خاموش کر کے حضور علیہ السلام

نے حضرت ابن مسعود کو تقریر کرنے کے لئے فرمایا۔ آپ کھڑے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ رَبُّنَا وَإِنَّ الْإِسْلَامَ دِينُنَا
إِنَّ الْقُرْآنَ أَمَانَتُنَا وَالْبَيْتَ قِبْلَتُنَا وَإِنَّ هَذَا نَبِينُنَا
(وَاوْمَأْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) رَضِينَا مَا رَضَى
اللَّهُ لَنَا وَرَسُولَهُ وَكَرِهْنَا مَا كَرِهَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالْإِسْلَامَ
عَلَيْكُمْ﴾

”اے لوگو! اے شک اللہ عز و جل ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا
دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے۔
(اور حضور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ ہمارے نبي ہیں، ہم
اس سے راضی ہیں جس پر اللہ اور ان کا رسول راضی ہو اور
ہمارے نزدیک وہ چیز بری ہے جو اللہ اور رسول کے
زادیک بری ہے۔ والسلام علیکم۔“

حضور علیہ السلام نے ان کی تقریر سن کر فرمایا کہ ابن مسعود نے ٹھیک کہا اور

فرمایا:

﴿وَرَضِينَا بِمَا رَضَى اللَّهُ لِأَمْنِي وَأَمْنِ أُمِّ عَبْدِ وَكَرِهْنَا مَا
كَرِهَ اللَّهُ لِأَمْنِي وَأَمْنِ أُمِّ عَبْدِ﴾

”میں اس بات سے راضی ہوں جو اللہ نے میری آمنہ اور ابن
ام عبد (عبداللہ ابن مسعود) کے لیے پسند کی ہو اور اس بات سے

ناراض ہوں جو اللہ نے میری اُمت اور ابن ام عابد کے لیے ناپسند کی ہے۔“

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن (یعنی اے عبدالرحمن کے والد، یہ بھی آپ کی کنیت ہے) اگر آپ روزانہ وعظ و تذکیر کیا کریں تو ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے روزانہ وعظ کہنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ کہیں تم لوگ اُستکانہ چاؤ اور میں تمہارے لیے وعظ کا موقع تلاش کرتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وعظ کرنے کے لیے مواقع کی تلاش میں رہتے اس ار سے کہ کہیں ہم لوگ حضور علیہ السلام کے وعظ و تذکیر سے اُستکانہ جائیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ آپ اتنے زیادہ روتے تھے کہ میں نے آپ کی آنکھوں میں رونے سے جب دو کالے کالے نشان دیکھے۔

ایک دفعہ حضرت ابن مسعود نے ایک شخص کو دیکھا جو ازار (تہبند) لٹخوں سے نیچے باندھا ہوا تھا تو آپ نے اس کو تادیباً کہا کہ ازار اوپر کر لو، اس کے جواب میں اس نے کہا کہ تم بھی تو ازار اور چڑھا لو، بولے میری ٹانگیں ڈبلی ہیں اور میں امامت کرتا ہوں (تو نظر آتی ہیں) یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلی تو فوراً اس شخص کو درے مارے اور فرمایا کہ کیا تو ابن مسعود کی تردید کرتا ہے۔

صحیفہ غلامین مسعود : علامہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع

فَلَا يَنْفَكُ

ایک دفعہ حضورؐ نے سُن لیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے (یعنی اللہ کی ایک صفت سلام ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں جب اللہ تعالیٰ خود ہی ہمیشہ سلامتی والے ہیں تو ان پر سلامتی کی دعا بھیجنا کیسے درست ہوگا؟) اس لیے فرمایا کہ نماز میں جلسہ کے وقت یہ دعا پڑھا کرو:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ عِيَالِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَالْعَالِيَيْنَ﴾

جب بندہ یہاں تک پڑھے گا تو تمام اللہ کے بندوں کے لیے چاہے وہ زمین میں ہوں یا آسمان میں سلامتی کی دعا ہوگئی، اس کے بعد یہ پڑھو:

﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾

اس کے بعد بندہ کو اختیار ہوگا جو دعا مانگنا چاہے مانگ لے گا۔

قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک سال پورا قرآن شریف جبرائیل امین علیہ الصلاۃ والسلام کو سناتے تھے لیکن جس سال حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی اس سال حضورؐ نے جبرائیل امین کو دو مرتبہ قرآن مجید سنایا تھا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت وہی سب سے آخری قرأت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کے منہ سے شراب کی بو محسوس ہوئی اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس نے یہ بات نشہ میں کہی ہے چنانچہ آپ نے اس کو پکڑا اور کہا کہ ”شراب پی کر نشہ میں اتنا تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلاتا ہے۔“ اور اس پر شراب کی حد نافذ کی۔

حضرت مسروق سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ”اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں کوئی سورت ایسی نہیں کہ جس کے بارے میں اس میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہے اور اس شخص تک میری سواری پہنچ سکتی ہے تو میں فوراً اس سواری پر سوار ہو کر روانہ ہو جاؤں۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے سامنے قرآن مجید پڑھو، میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے سامنے کیسے پڑھوں؟ حالانکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس وقت اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔ اس پر آپ نے سورۃ نساء پڑھنا شروع کی۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا رہا یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:

﴿وَإِذْ كُنْتُمْ أَفْكَهٌ بِذُنُوبِكُمْ أَفْكَهٌ إِذَا جِئْتُمُنَّ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْتُمُ الْبَلْتَ عَلٰی

هٰنُولًا شَهِيدًا﴾ (۱۱۱)

تو میں نے دیکھا کہ سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر آسمان

فلک رہے تھے۔

حضرت زورین خوش حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لارہے تھے اور آپ کے دونوں جانب حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں سورۃ نساء کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ سورۃ نساء متواتر پڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَفْرُقَ لِقُرْآنٍ غَفْلَةً كَمَا نَزَلَ فَلْيَفْرُقْهُ عَلَى
فِرَاقِ ابْنِ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ

”جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ قرآن کو تروتازہ حالت میں پڑھے یعنی جس طرح اس کا نزول ہوا تھا تو وہ ابنِ ام عبد (یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی) کی قرائت کے طرز پر پڑھے۔“ پھر آپ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگنے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”نیل نقطة“ یعنی مانگ تجھے دیا جائے گا۔ یہ کلمہ آپ نے دوسری بار فرمایا اس وقت حضرت ابن مسعود یہ دعا مانگ رہے تھے:

وَالسَّلَامُ عَلَى امَّةٍ امَّتِكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنِعْمًا لَا يَنْقُصُ وَ
مِرَافَقَةً نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَنِىْكَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ حِلَّةِ
الْعِلَّةِ

”اے اللہ میں آپ سے ایسا ایمان جو کبھی ورنہ نہ ہو اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو طلب کرتا ہوں اور آپ سے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ہمیشہ قائم رہنے والی جنت کے اعلیٰ مراتب کے ساتھ طلب کرتا ہوں۔“

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات ابن مسعودؓ کو دعا کی قبولیت کی خوشخبری دینے کے لیے جلدی سے دوڑے لیکن حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ پر سبقت لے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحمت بھیجے۔ میں نے جب کسی خیر کا ارادہ کیا ہمیشہ ابوبکرؓ مجھ سے سبقت لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر گناہ نہیں“

﴿لُجُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ

يُحِبُّ الْمُتَحَسِّنِينَ۔﴾

”اس میں پہلے جو کچھ کھا چکے جبکہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے

اور نیک عمل کئے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے

اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ وہ سب رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔“

(سورہ نائدہ آیت ۴۳، ترجمہ ماخوذ از معارف القرآن)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ یہ آیت جن لوگوں کے بارے

میں اُتری ہے تم بھی ان میں سے ہو۔ (رواہ مسلم و الترمذی)

ایک شخص نے حضرت ابوسویٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے میراث کا ایک مسئلہ

پوچھا کہ عورت مرگنی اور اس کے وارثوں میں ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہیں تو

میراث کس طرح تقسیم کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مال کا آدھا حصہ بیٹی کو دے دو اور آدھا بہن کو دے دو اور کہا کہ اگر میری بات کی تصدیق چاہیے تو ابن مسعود کے پاس جاؤ، وہ بھی میری بات کی تائید کریں گے۔ وہ ابن مسعود کے پاس گئے اور ان سے اس مسئلہ کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مسئلہ کا یہ جواب بتایا کہ آدھا بیٹی کو اور آدھا بہن کو دے دیا جائے تو اس پر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ اگر میں ان کے اس جواب کی تصدیق کر دوں تو یقیناً ایسا گمراہ ہوں گا کہ بعد میں ہدایت بھی حاصل نہ ہوگی۔ میں اس میں وہی فیصلہ کروں گا جو اسی طرح کے معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا تھا کہ اس کے مال کے کل چھ حصے کر کے اس میں سے تین حصے بیٹی کو دے دیئے جائیں اور پوتی کو چھٹا (یعنی چھ میں سے ایک حصہ) دیا جائے (اس طرح کل چار حصے ہوں گے) اور دو لٹائے مکمل ہو گیا۔ باقی رہے دو حصے وہ بہن کو دے دیئے جائیں۔ وہ آدمی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو ابن مسعود کا جواب بتایا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "جس وقت تک یہ عالم تمہارے درمیان ہیں (یعنی حیات ہیں) مجھ سے کسی قسم کا سوال مت کنا جاؤ۔"

(رواہ ابوداؤد الترمذی و الترمذی و ابوالحسن ابی یوسف و ابی داؤد)

حضرت زینبؓ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زوجہ ہیں، فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! خوب صدقہ کیا کرو، اگرچہ تمہارے اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو۔" حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! خوب صدقہ کیا کرو، اگرچہ تمہارے اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو۔" حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! خوب صدقہ کیا کرو، اگرچہ تمہارے اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو۔"

لے آخر جلالہ اللہ فی مسندہ و حدیثہ فیہ ۳۳۲۔ حج جامعہ ۱۰۱۰ ج ۹ ص ۲۹۹ مسندہ لیس ۳۳۲ ج ۱ ص ۱۸۱۔

اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں گھر لوٹی اور میں نے عبداللہ (ابن مسعود) سے کہا کہ آپ تو جگہ دست آدمی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا ہے، بس آپ جائیں اور ان سے پوچھیں کہ اگر میری بیوی بچے بجائے کسی اور کے مجھے صدقہ دے دیا کرے تو کافی ہے؟ یا صدقہ میرے علاوہ کسی اور کو دے؟ حضرت نے شب فرماتی ہیں کہ اس کے جواب میں عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ "ہلکے تم جاؤ اور یہی سوال پوچھنا۔" حضرت نے شب فرماتی ہیں کہ میں یہ سوال پوچھنے کے لیے روانہ ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ایک انصاری عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر کھڑی ہے اور وہ بھی یہی سوال پوچھنا چاہتی ہے جو میرا سوال ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت ڈال دی تھی اس وجہ سے ہم دونوں باہر کھڑے تھے۔ اتنے میں (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر نکلے تو ہم نے ان سے کہا کہ جاؤ اور حضور کو اطلاع دے دو عورتیں آپ کے دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ پوچھتی ہیں کہ زوجین (میاں بیوی) کا آپس میں ایک دوسرے کو صدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا ایسے قیمتی بچوں کو صدقہ دینا جو ان کے زیر کفالت ہوں؟ اور حضور علیہ السلام کو یہ مت بتانا کہ ہم کون ہیں؟ آپ فرماتی ہیں کہ بلال حضور کے پاس گئے اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو حضور نے فرمایا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک عورت تو انصاری کی ہے اور دوسری نہ شب ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿يَا أَيُّهَا السَّيِّدُ﴾ یعنی "زیادہ" میں سے کون سی نہ شب؟ "بلالؓ" بولے کہ وہ نہ شب جو عبداللہ (ابن مسعود) کی بیوی ہے۔ حضورؐ نے اس مسئلہ پر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان دونوں

(یعنی زینب اور عبداللہ ابن مسعود) کے لیے دواجر ہوں گے، ایک تو قربت داری کا
اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر۔ (صحیح مسلم بخاری)

مسئلہ

لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہ زوجین ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے
ہیں، صرف حضرت ابن مسعود اور ان کی اہلیہ کے لیے خاص ہے؟ یا تمام امت کے شوہر
اور بیویاں ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ
اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ اور صدقہ نہیں دے سکتے۔ اصل
میں ان کے نزدیک یہ حکم صدقات واجبہ اور زکوٰۃ کا ہے جہاں تک صدقات نالہ کا
تعلق ہے اور زوجین کے لیے ایک دوسرے کو صدقہ دینا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث
میں ہے باقی یہ بات کہ صدقات واجبہ یا زکوٰۃ کا یہ حکم کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں
دے سکتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں عبداللہ ابن
مسعود اور چار افراد اور تھے، ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے آپؐ سے یہ کہا کہ
اگر آپ ان کو (یعنی یہ صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے) اپنے پاس
سے بنا دیں تو ہم آپؐ پر اسلام لانے کے لیے حاضر ہو جائیں گے کیونکہ ہمیں اس
بات سے شرم آتی ہے کہ ہم بھی ان (خستہ حال) لوگوں کی طرح آپؐ کے تابعین میں
سے ہو جائیں تو یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے

چاہا ہوگا وہی آیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات اتاریں۔

﴿وَلَا تَقْرُؤُا الذِّكْرَ الْبَیِّنَ الَّذِیْ نَذِّعُوْنَ رِیْثَهُم بِالْعَدْوَةِ وَالْعَشَىٰ یُرِیْضُوْنَ
وَجْهَهُ ط مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَیْءٍ وَمَا مِنْ
حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِنْ شَیْءٍ﴾

فقط یہ کہ تم نہ کہو کہ بنی المظالمین و کذبتک فقط بتعظیم
بعضی ایضاً کہ لا، مَن اللہ علیہم من بینناط الیس
اللہ بأعلم من الشاکرین

”اور ان لوگوں کو اپنا مجلس سے نہ نکالے جو صبح و شام اپنے
پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے صرف اللہ کی رضا ہی کا
قصد کرتے ہیں اور ان کا حساب ذرا بھی آپ کے ذمہ نہیں اور
آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو کمال دیں
ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور (ہم
نے مومنوں کو غریب، کافروں کو رئیس بنا رکھا ہے جو ظاہر
بمستھائے قیاس بعید ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) اسی طور پر ہم
نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ
لوگ کہا کریں، کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا، کیا نہیں
ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو۔“

(ماخوذ از محافل القرآن)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید بخار تھا، میں نے ہاتھ سے حضور کے بدن کو چھوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جی ہاں میں اتنے شدید بخار میں مبتلا ہوں جتنا تم دو آدمیوں کا بخار ہوتا ہے۔" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ اس وجہ سے ہے تاکہ آپ کو وہ آدمیوں کے جتنا بخار کا اجر ملے (یعنی دو گنا اجر ملے)" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اور پھر فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان جس کو مرض کی وجہ سے تکلیف پہنچے یا بغیر مرض کے ویسے ہی کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے سبب اس کے گناہوں کو کم کر دیتے ہیں جس طرح درخت کے پتے گرتے رہنے سے درخت کم ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عقیلیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود چار ہوئے۔ ہم لوگ عیادت کے لیے گئے تو آپ رونے لگے، لوگوں نے (یہ گمان کر کے کہ وہ بیماری کی تکلیف اور اپنی زندگی کی وجہ سے دروہ ہے ہیں) اس پرنا گواہی کا اظہار کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہیں دروہ ہوں کیونکہ میں نے تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بیماری گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے، میں صرف اس لیے دروہ ہوں کہ میں سستی (یعنی بڑھا پے) کی حالت میں بیماری میں مبتلا ہوا ہوں (یعنی جوانی) کی حالت میں یہ بیماری مجھے نہ آئی کیونکہ بندہ جو شکوہ چاہے اس سے

عہ آپ ایک بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں آپ کا چہرہ نام عقیلی بن مسعود ہے۔

کے لیے بیماری کے بعد اعمال کا وہی اجر لکھا جاتا ہے جو بیماری سے پہلے اعمال کا اجر ہوتا ہے۔ (یعنی اگر جوانی میں بیمار ہوتا تو مجھے ان اعمال کا اجر ملتا جو میں جوانی میں کیا کرتا تھا اور جوانی میں اعمال زیادہ کرتا تھا، اس لیے اجر بھی زیادہ ہوتا، بڑھاپے میں چونکہ زیادہ اعمال نہیں کر سکتا، اس لیے بیماری میں اجر بھی کم ہو گا۔) (ریزین)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام آیا اور میں نے دور کھتیں پڑھ کر یہ دعا کی کہ مجھے کوئی نیک ہم نشین مقرر فرما دیں، پھر میں کچھ لوگوں کے پاس گیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک بوڑھے سے آدمی آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا "ابو الدرداءؓ" میں نے کہا کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے جلیس صالح عطا فرمائیں اور اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا تمہارے پاس ابن ام عسہ (یعنی ابن مسعود) نہیں ہیں جو حضورؐ کے جوتے اٹھانے والے اور حضور کے صاحب الوساد (یعنی عقیبہ والے) اور صاحب الطہر (یعنی حضور کو وضو کرا لے والے اور وضو کے پانی کے برتن کو اپنے ساتھ رکھنے والے) ہیں۔" (بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ "علم چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو۔ وہ چار یہ ہیں۔ عویمر ابی الدرداء، سلمان، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے اور بعد میں اسلام لائے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عبداللہ بن سلام

کے بارے میں حضورؐ سے یہ سنا کہ عبداللہ بن سلام سخت کے دس لوگوں میں دسویں ہوں گے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بر نبی کے سات ایسے رفیق ہوتے ہیں جو اسی نبی کے دین کے رقیب بھی ہوتے ہیں اور بہت صالح رفیق ہوتے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا "لیکن مجھے ایسے چودہ دیکھ گئے ہیں۔ صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ دو چودہ کون ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، قتادہ بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، ابو ذر اور مقداد بن اسود۔ (ترمذی)

اتباع سنت کا حال

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریق اور سیرت میں سب سے زیادہ مشابہ ہو تا کہ ہم اس سے علم حاصل کر سکیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ "ہم سوائے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و طریق و سیرت میں سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کو اس حد و درجہ مشابہ نہیں سمجھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام بڑے صحابہ اس بات کو جانتے ہیں کہ "ابن اُمّ عبد" (یعنی حضرت ابن مسعودؓ) کو سب سے زیادہ مشابہ سمجھتے ہیں۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں حضرت ابن مسعودؓ کے لیے یہ الفاظ ہیں "میرے لیے اللہ و انبی" یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ مرتبہ ہیں

(بخاری)

زیادہ قریب ہیں۔

آخری جنتی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”آخری شخص جو جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا وہ جہنم میں رہنے کے سبب اتنا لاغر ہوگا کہ ایک مرتبہ چلے گا، پھر گر جائے گا، پھر چلے گا، پھر گرے گا، کبھی آگ اس کو اپنی طرف کھینچے گی، جب وہ راست پار کر لے گا تو جہنم کی طرف منہ کر کے کہے گا کہ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دلائی اور بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے اب ایسی نعمت عطا کی ہے جو کہ اول و آخر کسی کو ایسی نعمت نہیں دی گئی، یہاں تک کہ اس کو ایک درخت نظر آئے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا اے میرے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کر دیں تاکہ میں اس سے سایہ بھی حاصل کروں اور اس کا رس بھی پیوں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”اے ابن آدم میں اگر تمہیں یہ نعمت دے دوں تو شاید تم مجھ سے کچھ اور بھی مانگو گے۔“ وہ کہے گا ”نہیں میرے پروردگار“ اور وہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کر لے گا کہ وہ اس درخت کے علاوہ کچھ نہ مانگے گا لیکن اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ وہ ان سے دوبارہ کسی دوسری چیز کا سوال کرے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو معلوم سمجھیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس بندہ کو اگلی چیز دیکھنے کے بعد صبر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا سوال قبول کرے اس درخت کو اس کے لیے قریب کر دیں گے، وہ بندہ اس درخت کا سایہ بھی لے گا اور اس کے پھلوں کا رس بھی پیے گا، پھر اس کے سامنے ایک اور درخت بلند کر دیا جائے گا۔ جو

پہلے درخت سے بہت اچھا ہو گا، وہ بندہ کہے گا کہ "اے رب! میں اس والے درخت کا
 رس پیوں گا، اور سایہ حاصل کروں گا اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔" اللہ رب
 العزت فرمائیں گے "اے ابن آدم کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں اس
 درخت کے علاوہ آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔" یوں کہتا ہے کہ میں اب دوبارہ درخت
 قہار سے قریب کروں تو تم مجھ سے دوبارہ کچھ مانگو۔" بندہ دوبارہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ
 کرے گا کہ آئندہ میں کچھ نہیں مانگوں گا۔ بس آپ یہ والا درخت قریب کر دیں لیکن
 اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ اس کو صبر نہیں ہے، اس لیے اس کو معذور سمجھیں گے اور
 اس درخت کو قریب کر دیں گے، وہ اس سے بھی سایہ لے گا اور اس کا رس بھی پیئے گا
 پھر ایک اور درخت اس کو نظر آئے گا جو خشک کے روزانہ کے بالکل قریب ہو گا اور پہلے
 دو درختوں سے بھی بہت اچھا ہو گا، پھر بندہ تڑپ جائے گا اور کہے گا کہ "اے پروردگار
 مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے تاکہ میں اس کا سایہ بھی حاصل کروں اور اس کا
 رس بھی پیوں، اس کے علاوہ میں اور کچھ نہ مانگوں گا، اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے کہ
 "اے ابن آدم کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم اس درخت کے علاوہ اور کچھ نہ
 مانگو گے، بندہ کہے گا جی ہاں میرے رب! بس یہ دے دیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہ
 مانگوں گا۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے شاید میں اگر یہ درخت تجھ سے قریب کروں تو اس
 کے علاوہ بھی تم مجھ سے آئندہ کسی اور چیز کا مطالبہ کرو گے تو وہ ایک مرتبہ اور وعدہ کرے
 گا اور کچھ نہ مانگے گا لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ یہ جانتے ہیں کہ اس کو صبر نہیں اس لیے اس کو
 معذور سمجھیں گے اور اس شخص کو درخت کے قریب کر دیں گے جب وہ اس درخت کے
 قریب پہنچے گا تو اس کو جنتیوں کی آوازیں آئیں گی اور ابن آوازیں کو سن کر بندہ پھر اللہ

تعالیٰ سے مخاطب ہوگا اور کہے گا کہ "اے رب مجھے اس جنت کے اندر داخل کر دیں۔
 اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے رب مجھے اس جنت کے اندر داخل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ
 فرمائیں گے "اے امین آدم وہ کیا چیز ہوگی جو تیرے سوالات کو مجھ سے ختم کر دے، کیا
 تو اس پر راضی ہوگا کہ میں تجھے ایک دنیا اور اس کے مثل ایک اور دنیا عطا کروں۔" بندہ
 کہے گا کہ "اے رب کیا آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں (کیونکہ میں تو ہرگز اس کے قابل
 نہیں) حالانکہ آپ تمام جہانوں کے پروردگار ہیں۔

یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت امین مسعودیؒ نے اور فرمایا کہ "کیا آپ مجھ سے
 یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کیوں ہنس؟" لوگوں نے پوچھا کہ "حضرت آپ کیوں
 ہنسے؟" تو حضرت امین مسعودیؒ نے فرمایا کہ اس جگہ یہ واقعہ سناتے ہوئے نبی اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے اور آپؐ نے صحابہ سے پوچھا تھا کہ مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے
 کہ میں کیوں ہنس؟ صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے تھے؟ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

﴿مَنْ طَعَنَكَ رَجُلٌ مِنْ قَوْمٍ فَاسْتَهْزِءْ بِهِمْ وَانْتَ رَبُّ
 الْعَالَمِينَ﴾

"میں اپنے پروردگار کے پیشے کی وجہ سے ہنسا تھا چونکہ جب بندہ
 نے کہا تھا کہ اے رب العالمین آپ میرا مذاق اڑاتے
 ہیں (اس وقت اللہ تعالیٰ ہنسے تھے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا"

﴿إِنِّي لَا اسْتَهْزِءُ مِنْكَ وَلَكِنِّي عَلِيٌّ مَا أَشَاءُ قَدِيرٌ﴾

"بے شک میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ میں جس چیز پر چاہوں

عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا کیا ابن مسعود نے اپنے جیسا کوئی بھی چھوڑا ہے؟ پھر ابو موسیٰ اشعرئیؓ نے فرمایا ان کی شان تو یہ تھی کہ جب ہمیں حضورؐ کی مجلس سے روکا جاتا تو ان کو اجازت دے دی جاتی اور جس وقت ہم حضورؐ کے پاس سے غائب ہوتے تو یہ اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ (مسلم)

حضرت مسروقؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں اس شخص سے اس وقت سے مسلسل جھگڑتا ہوں جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید ان چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ (مسلم)

حضرت ابو سعیدؓ، حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے دعا کر رہے تھے اسی دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور آپؐ کو دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ اس وقت تم جرحا ہے مانگو مل جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّوْا نِعْمًا لَا یَنْقُصُوْا مِرَاقِدَہٗ

اَلنَّبِیُّ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِیْ اَعْلٰی خُرْفِ الْجَنَّةِ جَنۃِ

الْخِلْدِ

”یعنی یا اللہ میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس میں
 کبھی ارتداد نہ ہو اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو اور حضور اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب غلہ کے اٹنی کروں میں رفاقت
 طلب کرتا ہوں۔“

اسی قسم کی ایک اور روایت ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تھے، جب انہوں نے حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کا یہ کلمہ سنا کہ میں مسعود تم اس وقت جو بھی دعا مانگو گے قبول ہوگی تو دونوں
 حضرات بہت حیرت سے بھاگ کر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے اور ان سے
 پوچھا کہ اس وقت تم کو کسی دعا مانگ رہے تھے جب حضور نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا تو انہوں
 نے وہی مذکورہ بالا دعائیں کہیں وہاں تک پہنچا۔

ایک دفعہ آپ نے تقریر کے دوران فرمایا ”آپ لوگ فی الحال بیل و بھار کی
 راہ گزر پر اپنے وقت کے لیے ہیں جو روز بروز کم ہو رہا ہے اور جس میں تمام اعمال
 محفلہ ہو رہے ہیں۔ سو اب چانک آئے کی جس نے اچھا بویا قریب ہے کہ وہ رشتہ
 کے ساتھ اسے کانے اور جس نے بُرا بویا قریب ہے کہ وہ خداست کے ساتھ کانے،
 اور کا شکار کو وہی ملے گا جو اس نے بویا۔ کوئی ست دور کا بل شخص شخص اپنے نصیب کی
 وجہ سے سبقت نہیں لے جاسکتا اور کوئی مزید شخص اپنی آرزوؤں سے وہ نہیں پاسکتا جو اس
 کے مقدر میں نہیں، پس جس کو اچھا دیا گیا تو اس کو اللہ نے دیا اور جس کو بُرا لیا سے بچایا
 گیا تو اللہ ہی نے اسے بچایا ہے۔ متقی اور پرہیزگار سردار ہیں اور فقہاء و کائنات ہیں اور ان
 کی مجلسیں علم میں اضافہ کا باعث ہیں۔“

ایک واقعہ ارشاد فرمایا:

﴿وَأَرْضٌ يَمُودُ﴾ فَمِنْ أَلْفِهِ تَكُنْ مِنْ أَغْنَى النَّاسِ وَاجْتَنِبِ
الْمَحَارِمَ تَكُنْ مِنْ أَوْثَرِ النَّاسِ وَادَّ مِنْ عَمَلِ الْفَرَضِ عَلَيْكَ
تَكُنْ مِنْ أَهْلِ النَّاسِ۔

”جو سمجھ اللہ نے تمہیں دیا ہے، اس پر راضی ہو جاؤ تو تم لوگوں
میں سب سے زیادہ فنی ہو جاؤ گے اور حرام کاموں سے بچ گے تو
تم سب سے زیادہ پرہیزگار و متقی بن جاؤ گے اور ان فرائض و
واجبات کو ادا کرو جو تم پر فرض کیے گئے تو تم سب سے زیادہ
مہادست گزار ہو جاؤ گے۔“

خدا کا خول اس قدر تھا کہ فرماتے ہیں کہ میں اگر تلخ کو بُرا کہوں تو ڈر ہوتا
ہے کہیں میں خود مختار ہو جاؤں اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، کسی ایسے شخص کو
دیکھوں جو نہ تو دنیا کے کام میں مشغول ہے اور نہ آخرت کے کام میں۔

اسی طرح حضرت الہی مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے آخرت کو
مقصود بنایا اس نے دنیا کا نقصان کیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کا
نقصان کیا۔ اے لوگو! باقی رہنے والی آخرت کے مقابلے میں لٹا ہوئے والی دنیا کا
نقصان برداشت کر لو۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ اگر افراد پر صحابہؓ کے علم کی انتہا ہوئی ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہؓ (ابن مسعود) حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت انی ابن کعب (رضی اللہ عنہما) جہنم) پھر میں نے ان چھ افراد کے بارے میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ ان سب کے علم کی اتنا دواغرو پر ہوتی ہے۔ ایک حضرت علیؓ، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

خانگی زندگی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جی بچوں سے محبت رکھتے تھے۔ مگر میں داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھٹکھارنے اور بلند آواز سے بکھ بولتے؟ کہ مگر کے لوگ باخبر ہو جائیں۔

ان کی اہلیہ حضرت نخبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "ایک روز حضرت عبداللہ کھٹکھارتے ہوئے اندر آئے۔ اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے گنڈے پہنا رہی تھی۔ میں نے ان کے ارے اس کو پٹک کے نیچے چھپا دیا۔ عبداللہ آ کر میرے پاس بیٹھ گئے اور گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا یہ دعا کہ کیا ہے؟ میں نے کہا گنڈا ہے، اہلوں نے اس کو توڑ کر پھینک دیا اور کہا عبداللہ کا خاندان شرک سے بری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ گنڈے شرک میں داخل ہیں۔ میں نے کہا آپ یہ کیا کہتے ہیں میری آنکھیں زکنتی تھیں تو میں قلاں یہودی سے گنڈے لینے جایا کرتی تھی اور اس کے عمل سے سکون ہو جاتا تھا، بولے یہ سب عمل

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۴۔

ع۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس گنڈے پر شرکیہ کلمات چڑھائے ہیں۔ جیسا کہ آگے یہودی سے گنڈا لینے سے ظاہر ہے۔

شیطان ہے اور شیطان تمہاری آنکھ میں انگلی چھو دیتا ہے جس سے یہ تکلیف پیدا ہو جاتی ہے اور جب تم اس یہودی سے گنڈا لیکر آتی ہو تو وہ اپنی انگلی ہٹا لیتا ہے اور تکلیف بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بس تمہارے لیے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کافی ہے کہ:

هَذَا جَبَّ السَّامُ رَبَّ السَّامِ اِنْ شَفِىَ اَنْتَ الشَّامِي لَا شِفَاءَ
اِلَّا بِشِفَاؤِكَ شِفَاؤُ لَا يُعَادِرُ سَفَمًا ﴿﴾ (ابوداؤد)

”خواب دور کر اے پروردگار شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے،
تیرے سوا کوئی شفا نہیں دے سکتا، وہ شفا ایسی ہو جو کسی بیماری کو
نہ چھوڑے۔“

ایک دفعہ حضرت عہد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت
کرے علی بدن مگودنے والیوں اور مگودانے والیوں پر اور ہالہ لہجہ انے والیوں پر اور
دانتوں کے درمیان خسن کی خاطر غلا پیدا کر دانے والیوں پر۔

یہ ہالہ بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب کو پہنچی تو وہ حضرت عہد اللہ کے
پاس چلی آئی اور کہنے لگی کہ مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے لالاں فلاں عورت پر لعنت کی
ہے تو حضرت عہد اللہ نے جواب دیا کہ میں ان پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، وہ کہتے تھے کہ

”عورتیں خسن کے لیے اپنے چہرہ اور جسم پر سوئی سے تھکا کر نام یا نقش دیکھ کر میری جاتی تھیں۔ اس کو زور دینا
”مگودنا“ کہتے ہیں۔ ہالہ لہجہ انے سے مراد چہرے کی بجوں اور ہالہ لہجہ دے خسن کی خاطر ہالہ لہجہ ہے۔
ان پہلے زمانہ میں عورتیں خسن کے لیے دانتوں کو گھس کر دانتوں کے درمیان غلا کر داتی تھیں تاکہ کم عمر معلوم

میں نے تو پورے قرآن کو پڑھ لیا۔ لیکن اس قسم کی عورتوں پر کہیں لعنت کا ذکر نہیں ملا۔
 حضرت عبداللہؑ نے فرمایا اگر تو غور سے چھٹی قول جانے۔ کیونکہ قرآن میں ہے تو تم
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحٰنَہٗ وَ مَآہِہٖا تُحْمَدُ عَنْہُ فَاتَّقُوا (یعنی رسول جس چیز کا امر کریں
 اس کو تمام لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ) عورت کہنے لگی اہاں یہ آیت تو
 پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہؑ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مذکورہ
 افعال) سے منع فرمایا ہے تو وہ کہنے لگی کہ آپ منع کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی گھر والی
 (زوجہ محترمہ) خود یہ کام کرتی ہیں، تو حضرت عبداللہؑ نے فرمایا کہ جا کر خود دیکھ لو، وہ
 (حضرت ابن مسعودؓ کی اہلیہ کے پاس) گئی تو اس کو ان افعال میں سے کچھ نظر آ یا تو
 حضرت عبداللہؑ نے کہا کہ اگر وہ یہ افعال کرتی ہوتیں تو کبھی ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی
 تھیں۔
 (مجمع البحاری۔ ج ۲، ص ۵۱۸)

عالمی لطیفہ

امام غصنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سطر لہ مارے تھے کہ ایک
 جماعت سے بدبھیر ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پوچھو تو تم کون ہو؟ اس میں
 حضرت عبداللہؑ بھی تھے۔ آپ نے جواب دینے کے لیے کہہ دیا "اقبلنا من انج البصیق"
 (یعنی ہم بہت دور دراز سے آئے ہیں) حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے
 ہو؟ تو حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا "الی البیت العتیق" (یعنی بیت اللہ کی طرف)
 پھر حضرت عمرؓ نے پوچھوایا کہ قرآن پاک کی کون سی آیت سب سے بڑی عظمت ہے؟
 حضرت عبداللہؑ نے آدی سے کہا کہ "آیت الکرسی بلند آواز سے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت

عمرؓ نے کہا کہ سوال کرو کہ وہ کون سی آیت ہے جس کے ہر حصے پر عمل ضروری ہے؟
حضرت عبداللہؓ نے جواب دلویا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرِ وَالْأَنفِي يُعْطِيكُمْ أَفْئَتَكُمْ
تَذَكَّرُونَ﴾ (آیت ۹۰ سورہ نمل)

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے جامع آیت
کون سی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلویا

﴿لَقَدْ كُنْتُمْ فِئْتًا بُشَقًا ذُرِّيَّةُ خَيْرِ أُمَّةٍ وَفِيكُمْ فِئْتٌ مُبْتَلَا ذُرِّيَّةُ
خَيْرِ أُمَّةٍ﴾ (سورہ ازلال آیت ۸)

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سوال کرو کہ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جو
کچھ کہے والی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلویا

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مِمَّنْ يُقْتَلُ شَوْ
أَمْ يَحْزَنُ وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا يُصِيرُ إِلَىٰ﴾ (سورہ نساء)

(۱) ترجمہ: یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے انصاف کرنے والے اور بھلائی کرنے والے اور قرابت والوں کے دھتے کا اور منع کرتا
ہے۔ یہ جو خدائی اور مطلق کام کرنے اور سرگشتی سے اور تم کو سمجھا ہے تاکہ تم یاد رکھو معارف القرآن ج ۵ ص ۱۳
آیت ۱۹

(۲) ترجمہ: جو شخص (دعا میں) اور برابر لگتی کرے گا وہ اس کو کچھ لے گا اور جو شخص (دعا میں) اور برابر لگتی کرے گا وہ اس کو
دیکھنے کا (معارف القرآن ج ۸ ص ۸۱، ۸۲، ۸۳)

(۳) ترجمہ: نہ تمہاری فتناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی فتناؤں سے جو شخص کوئی نہ کام کرے گا وہ اس
کے حوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو فدا کے سوا کوئی یار ملے گا اور نہ کوئی مددگار ملے گا (معارف القرآن ج
۲ سورہ نساء آیت ۲۳ ص ۵)

پھر حضرت عمرؓ نے آواز دلوائی کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے زیادہ پڑھ
امید آیت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوایا۔

وَقُلْ بِعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ
رَحْمَةِ اللَّهِ . إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ تَبَعًا بِإِذْنِهِ
لَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (سورہ مآرتہ ۵۲)

پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کرایا کہ کیا قائلہ میں عبداللہ بن مسعود ہیں؟
قائلہ والوں نے جواب دیا ”جی ہاں“

درس و تدریس

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ف میں ہا قاعدہ حدیث و فقہ اور قرآن
کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی درس گاہ میں شاگردوں کا بڑا مجمع رہا کرتا تھا جن میں
حضرت علقمہؓ، اسودؓ، مسروقؓ، عبیدہؓ، حادہؓ، قاضی شریحؓ اور ابو دائلؓ نہایت مشہور تھے،
بالخصوص حضرت علقمہؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد تھے اور ہر چیز میں ان
کی اقتداء کرتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کا ایمان ہے کہ جس نے علقمہؓ کو دیکھا اس نے
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیا۔

حضرت علقمہؓ کے شاگرد ابیرہؓ نعمیؓ اور حضرت ابیرہؓ نعمیؓ کے شاگرد حمادؓ ہیں
اور حمادؓ کے شاگرد امام عظیم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس طرح حضرت امام صاحبؒ
(۱) ترمذیؒ آپؒ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے لہجہ زیادتیوں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے نا
امید مت ہو اور بالیقین اللہ تعالیٰ (اسلام کی رحمت سے) انہام تمہاریوں کو سائلہ فرماوے گا۔ حاکمیؒ و دیگر ائمہ و فلاسفہ بڑی
رحمت کرنے والا ہے (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۳۱ حوالہ عزت و جبر ص ۵۵)۔
(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان کی خدمت میں ۱۰۰ احادیث علم ہا مسودہ۔

کا یہ علمی سلسلہ و تلمذ حضرت عبداللہ بن مسعود تک اور حضرت ابن مسعود کے واسطے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جاؤں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدِيْ وَلِمَنْ سَعَىٰ فِيْهِ وَصَلَّى اللّٰهُ

عَلَى النَّبِيِّ الْاَمِيِّ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔

۞۞۞۞۞۞

محمد عربی انسائیکلو پیڈیا کی غیر معمولی حیثیت کے بعد انگریزوں کا کتب خانہ کے شائع کردہ قرآن حکیم سے متعلق بہرہء معلومات پہلی متعدد حوالہ جات کے ساتھ سوانح جویا لکھی جانے والی ایسی نوید کی سب سے مفصل مدلل اور ضخیم کتاب۔

قرآن حکیم انسائیکلو پیڈیا

(جس میں متعدد جدید علمی موضوعات پر بہرہء معلومات موجود ہیں)

تاریخ قرآن ✽ نزول قرآن ✽ جمع قرآن ✽ مقامات نزول ✽ اسامیہ القرآن ✽
انبیاء قرآن ✽ قصص القرآن ✽ علوم القرآن ✽ احکام قرآن ✽ مضامین قرآن ✽
آیات قرآن ✽ قرآنی دعائیں ✽ قرآن اور آیت قرآنی کتب ✽ قرآن اور اقوام عالم ✽
قرآن اور معاشرتی نظام ✽ قرآن کے تراجم و تفسیر ✽ قرآن کا انداز بیان ✽ لغات
قرآن ✽ چارہائے قرآن ✽ فرقوں کی روشنائیں ✽ تعلیمات قرآن ✽ قرآن کے
بارے میں تاثرات و نظریات ✽ قرآن اور مہانت المومنین ✽ قرآن اور صحابہ کرام ✽
قرآن اور انسان ✽ قرآن اور فرشتے ✽ قرآن اور جہان ✽ جامع قرآنی ✽ معانیات
قرآنی ✽ معنیات قرآنی ✽ قرآن اور کائنات ✽ قرآن اور سائنس ✽ قرآن اور
ماحولیات ✽ قرآن اور میراث قائمی ✽ قرآن اور منافع انجمن ✽ قرآن کے علاوہ بہت سے
دیگر موضوعات

✽ دینی مدارس، سکولوں اور کالجوں کے طلباء اور اساتذہ کے لئے تفسیر و حقائق میں لایا
معلومات حاصل کرنے کا وسیع۔

✽ قرآن کو پڑھنے والوں اور دوسرے معلوماتی کتابوں اور تحقیقات میں شرکت کرنے
والے خواتین و حضرات کے لئے ایچ این ایم کتاب۔

ناشر: انجمن اہل علم، ۱۰۰، سید ذوالچک پانی، لاہور۔ ۳۵۲۲۸۳



پیش کشی: دارالعلوم
 قرآن مجید اور احادیث کا مرکز